سوانح عمری حضرت علی

یعنے

اُس اسلامی ہیرو حضرت امیر علیہ السلام کے حالات زندگی۔ جو دنیا کے
تاریخی آسمان کے آفتاب۔ مجمع سلاطین میں عظیم الشان سلطان معرکہ
کارزار میں یکتا شہسوار منبر پر ایک شیوہ زبان اسپیکر علم و فضل کے
درسگاہ میں ایک طلیق اللسان پروفیسر۔ مسند فقر پر ایک منکسر المزاج فقیر ہیں

مرتبہ و مؤلفہ

کارپردازان دفتر اردو اخبار لاہور

جسکو

منشی رام اگروال تاجر کتب مہتمم تعلیمی کتبخانہ پنجاب
پروپرائٹر اردو اخبار و مالک منشی رام اگروال پریس لاہور

نے اپنے

مطبع منشی رام اگروال لاہور میں چھاپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوانح عمری حضرت علی کرم اللہ وجہہ

ﷺ ۶۲ ھ سے

آج ہم عرب کے سرتاج اسلامی تاریخ کے ہیرو کی لائف لکھ رہے ہیں جس کو بنی نوع انسان کا ایک گروہ[1] ابن مریم کے بیٹے مسیح کی طرح خدا کے جلال والا انسان سمجھتا ہے اور ایک دوسرا فرقہ اُس مقدس انسان کامل کو نبیؐ کا ہم پلہ خیال کرتا ہے تیسرا گروہ اُس برگزیدہ صفات آدمی کو نہ خدا اور نہ نبی مانتا ہے۔ مگر مظہر العجائب جامع صفات متقابلہ ضرور مانتا ہے۔ آپ حکمت میں سقراط شجاعت میں احنف یا فصاحت میں امراء القیس۔ سخاوت میں حاتم۔ ترک دنیا میں مہاتما بدھ عدالت میں کسرائے نوشیرواں تھے۔ سخاوت۔ شجاعت۔ عدالت۔ صداقت کو آپ کی ذات پر ناز تھا۔

حلیہ مبارک

آپکا قد میانہ نہایت موزون۔ آنکھیں غلافی اور نہایت درجہ کی سیاہ اور پھیلی تھیں۔ پیٹ باوجود دوامی روزہ داری اور صائم الدھر ہونیکے تو ندیلا اور ریش مبارک گنجان اور دونوں شانوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ ابن عبد البر استیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں آپکے حلیہ مبارک کی نسبت اس طرح تحریر کرتا ہے۔ کہ حضرت علی کا قد میانہ کسی قدر ٹھگنا[2] تھا۔ آنکھیں بڑی بڑی اور سیاہ تھیں۔ رخ انور خوبصورتی میں چودھویں رات کے چاند کو ماند کرتا تھا۔ پیٹ توندیلا[3] اور کندھوں کی ہڈی چوڑی تھی ہاتھ پاؤں کی ہتھیلیاں کھردری تھیں۔ گردن مثل ایک چاندی کی صراحی کے کشیدہ

---

[1] نصیری یہ فرقہ حضرت علی کو خدا کی صفات والا انسان سمجھتا ہے اس گروہ کا ذکر ہم آگے چلکر مفصل اپنی کتاب میں کرینگے۔

[2] ایسے شخص کو عربی میں ربعہ کہتے ہیں جس کا قد ناٹا اور جسم سڈول ہو۔

[3] جس شخص کی توند باہر نکلی ہو عربی میں اسکو بطین کہتے ہیں۔

تھی۔ انکی پیشانی پر بال کم تھے مگر گدی کیطرف پچھلی طرف سے تمام سر بالوں سے بھرا ہُوا تھا۔ ان کی ڈاڑھی اس قدر گھنی تھی کہ کندھوں کے دونوں طرف تک پھیلی ہوئی تھی۔ انکی کلائی اور بازو میں مطلق فرق نہیں ہو سکتا تھا بازو ٹھوس اور مضبوط تھے رانوں پر گوشت اور پنڈلیاں گاؤدُم پتلی تھیں چلنے میں آگے کو جھک کر چلتے تھے جب کسی کی گردن پکڑ لیتے تو اس کا یہانتک گلا گھٹ جاتا کہ اس کو سانس لینا دشوار ہو جاتا آپکا رنگ کھلتا ہُوا گندمی تھا۔

ولادت

سنہ ۹۲۰ ہجری اسکندری میں اتوار کے روز رجب کی ۲۳ تاریخ آپ کا تولد عین خانہ کعبہ میں ہُوا اُن دنوں ہرمز کا بیٹا پرویز فارس کا بادشاہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سن مبارک اسوقت ۲۸ برس کا تھا۔

نسب نامہ

آپ والدین کی طرف سے ہاشمی اور آنحضرت کے ہم جد تھے آپ کا نسب نامہ یہ ہے۔ علی ابن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی۔ بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن آد بن ناحور بن یعقوب بن یعرب بن یشحب بن ثابت بن اسمٰعیل بن ابراہیم علیہ السلام۔

آپکی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف تھیں جو تیسری پشت میں آنحضرت سے جا ملتی تھیں۔

گو عرب کی قدیمی تاریخ پر آنحضرت کے مبعوث بالرسالت ہونے سے ایک تاریکی کا ابر چھایا ہُوا ہے جس سے کسی جلیل القدر صحابی کی طفلی کے حالات پر پوری روشنی نہیں ڈالی جا سکتی کیونکہ اسماء الرجال صحابہ کے مدون کرنیوالے نامور مورخ ہر ایک صحابی کے تفصیلی حالات کو جو آنحضرت کی بعثت کے بعد واقع ہُوئے ہیں ہیچ

لہ ایسے شخص کو عربی میں اصلع کہتے ہیں۔

کتب تواریخ کرتے چلے آئے ہیں۔ اسلئے ہم حضرت علی کے سن طفولیت کا شرح حال تحریر کرنے سے قاصر ہیں نہ ہم یہ لکھ سکتے ہیں کہ آپنے تعلیم کس سے پائی اور کس طرح پائی ہے اور نہ ہم ایسے الوالعزم کے بچپن کے خیالات سے خود مستفیض ہو سکتے ہیں اور نہ ناظرین کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں تاہم جس قدر سیر کی کتابوں کے مطالعہ سے دستیاب ہوئے ہیں ہدیہ احباب کئے جاتے ہیں ۔

جناب کا نام کیونکر علی رکھا گیا

آپکی وجہ تسمیہ میں علمائے تاریخ کا اختلاف ہے۔ ابن اعرابی کا قول ہے کہ حضرت علی کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد حمل سے تھیں انکے حمل کے وقت انکے شوہر ابو طالب گھر میں موجود نہیں تھے حضرت علی تولد ہوئے انکی والدہ ماجدہ کے نام پر ان کا نام اسد رکھا لیکن ابو طالب نے آکر انکا نام علی رکھنا پسند کیا۔ عطاء کا قول ہے کہ نہیں انکی والدہ نے انکا نام حیدر رکھا تھا چنانچہ خود حضرت علی نے خیبر کے روز مرحب کے مقابلہ میں اپنے رجز میں فرمایا ہے ؎ انا الذی سمتنی امی حیدرہ مجاہد کہتا ہے خود ان کی والدہ ماجدہ نے انکا نام علی رکھا ہے گو اصل حال کچھ ہی ہو حضرت کے تینوں نام۔ اسد۔ حیدر۔ علی زبان زد خلائق ہیں ۔

کنیت

آپکی کنیتیں بھی حسب دستور عرب بہت سی ہیں۔ از انجملہ ابو الحسن۔ ابو الحسین ابو محمد۔ ابو تراب۔ ابو الریحانتین۔ ابو السبطین۔ ابو الہیجا۔ لوگوں میں زیادہ تر مشہور ہیں ۔

القاب

آپکے القاب تو شمار میں نہیں آسکتے مگر ان میں سے جو احادیث سے ثابت ہوئے حسب ذیل ہیں۔ یعسوب المومنین۔ سید المومنین۔ امیر المومنین امام المتقین ولی المتقین۔ سید الصادقین۔ قاید الغر المحجلین۔ سید المسلمین۔ خیر المومنین خاتم الوصیین۔ صالح المومنین۔ مولے المومنین۔ سید العرب۔ صدیق الاکبر

فاروق الاعظم۔ ذی النورین۔ وصی رسول اللہ۔ امام البر۔ قاتل الفجرہ۔ اسد اللہ۔ حجتہ اللہ۔ ولی اللہ۔ صفوۃ اللہ۔ خلیفہ رسول اللہ۔ وارث رسول اللہ۔ ناصر رسول اللہ۔ قسیم النار والجنہ۔ صاحب الرایہ۔ رایۃ الھدیٰ۔ صاحب اللوا۔ امام الاولیا۔ الہادی۔ منارالایمان۔ المرتضےٰ۔ الصفی۔ الامین۔ الشاہد۔ الشہید الراکع۔ الساجد۔ منجزالوعد۔ باب حطہ۔ مثیل ہارون۔ مثیل مسیح۔ نفس الرسول۔ سیف اللہ۔ وزیر رسول اللہ۔ القاضی۔ خیرالبشر۔ ذوالقرنین الطاہر۔ الصادق المومن۔ العابد۔ الزاہد۔ الساقی الحبیب۔ القاری۔ بیضتہ البلد۔ المہدی الہادی امیرالنحل۔ ذوالبرقہ۔ طوداللیس۔ ایلیا۔ دابہ الجنہ اُلقرم۔ قباب عین الفتنہ ۔
کاسرالاصنام۔ الانزع البطین۔ خاصف النعل۔ ذوالاذن الواعی۔ الراکع الساجد۔ قاتل الناکثین۔ قاتل القاسطین۔ قاتل المارقین۔ شیخ المہاجرین شیخ الانصار الوصی۔ سید فی الدنیا۔ سید فی الاخرہ۔ الاصلع *

تربیت

جب حضرت علی تولد ہُوئے تو آنحضرت ابوطالب کے گھر میں تشریف لیگئے اور اس کپڑے کو کھولا جس میں حضرت علی لپٹے ہُوئے تھے اور اپنے ہاتھ سے غسل دیا اور علی نام رکھا اور اپنا لعاب دہن انکے مُنہ میں ڈالا۔ ابھی حضرت علی کی عمر چار سال کی تھی کہ مکہ میں قحط پڑا۔ اہل مکہ نہایت دردناک مصیبت میں مبتلا ہو گئے ابوطالب کثیرالعیال تھے اور بوجہ معمر ہونیکے عیال کے نان ونفقہ پیدا کرنے سے عاجز تھے۔ آنحضرت نے اپنے چچا عباس سے کہ وہ ان دنوں تمام بنی ہاشم میں مالدار تھے جاکر کہا کہ عمو بھان ابوطالب عیالدار ہیں اور اسوقت لوگ مصیبت میں مبتلا ہیں تم میرے ساتھ چلو تاکہ ہم انکا عیال بانٹ لیں انکا ایک لڑکا ہم لیلیں اور ایک تم لیلو۔ دونوں ملکر ابوطالب کے پاس گئے اور کہنے لگے ہم آپکو عیال کے بوجھ سے کسی قدر سبکدوش کرنا چاہتے ہیں تا وقتیکہ قحط لوگوں کے سر سے ٹل جاوے۔ ابوطالب نے کہا اگر عقیل کو میرے پاس چھوڑ جاؤ تو جو چاہو سو کرو۔ آنحضرت حضرت علی کو اپنے ہمراہ لے آئے اور جعفر کو حضرت عباس لے گئے اس روز سے حضرت علی

آنحضرت کے زیر سایہ تربیت پانے لگے۔
جب ۶۱۲ء میں آنحضرت پر وحی نازل ہوئی تو بقول بعض ثقات[1] کے آنحضرت کے مشرف بہ نبوت ہونے سے دوسرے روز حضرت علی نے ایمان قبول کیا۔ اس میں شک نہیں کہ آنحضرت کی سب سے پہلے جان نثار بیوی خدیجہ کے بعد سب لوگوں سے اول حضرت علی بھی مشرف باسلام ہوئے ہیں اور سبقت اسلام کا سہرا انہی کے سر رہا ہے۔

گو عرب کی قدیمی تاریخ پر گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا ہے جس سے کسی جلیل القدر صحابی کی طفولیت کے حالات پر پوری روشنی نہیں پڑ سکتی۔ اسی وجہ سے فن اسماء الرجال کے مرتب کرنیوالے بزرگوں نے جن پر فن روایت کو نہایت ناز ہی نہیں بلکہ تاریخ بالروایت کو فخر حاصل ہے، ہر ایک صحابی کے حالات کو آفتاب اسلام کی طلوع صبح صادق کے بعد سے نہایت تسلی بخش لفظوں کے ساتھ بیان کرنا شروع کیا ہے۔ اسلئے ہم حضرت علی کی خردسالی کے حالات تفصیل وار لکھنے سے قاصر ہیں یہ بات تو اسلامی دنیا نے بلا کسی مناقشہ کے تسلیم کرلی ہے کہ صحابہ کی جماعت میں راکب دوش نبی سے زیادہ کوئی فاضل نہیں تھا۔ حضرت ابوبکر اور عمر جیسے اکابر اُمت انکے فیصلوں کو نگاہ حیرت سے دیکھتے تھے مگر یہ نہیں معلوم ہوگا کہ اُس سلونی قبل ان تفقدونی کے قائل نے تعلیم کس سے پائی تھی اور صلح نامہ حدیبیہ کے لکھنے والے کہتے تھے کہ لکھنا کس خوشنویس سے سیکھا تھا۔ بچپن میں اُس بالغ خرد انسان کامل کے کیا خیالات تھے۔ اور اس چھوٹے سے سن میں جبکہ انسانی قوتیں ہنوز نشوو نما پاکر پوری شگفتگی نہیں پاچکی ہوتیں اس گل سرسبد اسلام کی مہک کس قسم کی تھی۔

حضرت علی کا آنحضرت کی آغوش میں تربیت پانا

تاہم جو کچھ کہ کتب سیر سے ہمکو دستیاب ہوا ہے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں الملحاج

[1] بغوی۔ ترمذی۔ طبرانی ابن عمر انس جابر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت پیر کے روز مبعوث بالرسالۃ ہوئے۔ اور منگل کے دن حضرت علی ایمان لائے۔

مجاہد ابن حبیر ناقل ہیں[1] کہ حضرت علی کے حق میں خدا کی بڑی مہربانی ہوئی کہ یکایک مکے میں ایک دردناک قحط نمودار ہوا۔ آنحضرت نے اپنے چچا عباس ابن عبدالمطلب سے جاکر کہا کہ ابوطالب عیالدار اور اسوقت عیال کی پرورش سے لاچار ہیں تم میرے ساتھ چلو تاکہ ابوطالب کا ایک لڑکا میں پرورش کے لئے لے لوں اور ایک تم لیلو عباس سے جاکر جعفر ابن ابی طالب کو اور آنحضرت نے علی کو پرورش کے واسطے لیلیا اس روز سے حضرت علی آنحضرت کے کنار عاطفت میں پرورش پانے لگے۔

حضرت علی کی عمر اسلام لانیکے وقت

جب آنحضرت کو خلعت نبوت عطا ہوئی بعض کے نزدیک حضرت علی اسوقت پندرہ یا سولہ برس کے تھے لیکن سب سے زیادہ عبداللہ ابن عمر کا قول صحیح ہے کہ آپ اسوقت تیرہ سال کے تھے ابوعمر تابعی نے بھی اسی کو صحیح مانا ہے[2] زیادہ تر اس بات کا ثبوت جناب امیر کے فرزند ارجمند محمد ابن حنفیہ امام ابوجعفر محمد بن علی الرضاؑ کی روایتوں سے ملتا ہے کہ حضرت علی کی عمر (۶۵) سال تھی اور اس میں کسی طرح کا اختلاف نہیں کہ آنحضرت نزول وحی کے بعد (۲۳) سال تک دار دنیا میں تشریف فرما رہے ہیں اور آنحضرت کے انتقال کے بعد حضرت علی (۲۹½) سال بقید حیات رہے ہیں (۲۳+۲۹½) = ۵۲½ یعنی ۶۵ سے تیئیس اور ساڑھے انتیس نکالنے کے بعد ٹھیک ساڑھے سا ڑھے بارہ باقی رہے۔ جو مشرف باسلام ہونے کے وقت حضرت علی کی عمر کے سال تھے۔

حضرت علی نے بتونکی پوجا نہیں کی

حسن ابن مدائنی اور جابر سے منقول ہے کہ حضرت علی نے ہرگز بتونکی پرستش نہیں کی۔ خدا نے ان کی گردن بتوں کے سامنے تو کیا بلکہ اپنے سوا

[1] مطالب السؤل اور ریاض النضرہ۔

[2] دیکھو الاستیعاب فی معرفتہ الاصحاب۔

[3] اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ۔ مطالب السؤل۔

کسی کے سامنے بھی نہیں جھکنے دیا[۱]

سب سے اول حضرت علی کا نماز پڑھنا

ابن عباس، ابی رافع، زید ابن ارقم وغیرہ جلیل القدر صحابیوں کی یہی رائے ہے کہ سب سے اول حضرت علی نے آنحضرت کے ساتھ نماز پڑھی ہے[۲]

حضرت علی کا آنحضرت کے کندھے پر سوار ہونا

ابھی حضرت نے مکہ سے ہجرت نہیں فرمائی تھی کہ ایکدفعہ حضرت علی آنحضرت کے ساتھ کعبہ میں تشریف لیگئے۔ اسوقت حضرت خلیل اور اسماعیل کے بنائے ہوئے خدا کے گھر میں تین سو ساٹھ بُت در و دیوار پر دھرے ہوئے تھے حضرت علی کہتے ہیں کہ جب ہم کعبہ میں پہنچے آنحضرت نے مجھے ارشاد فرمایا کہ بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا۔ آپ نے میرے کندھے پر قدم رکھا جب میری ناتوانی کو حضرت نے محسوس کیا تو میرے کندھے سے اُتر کر فرمایا کہ اب تو میرے کندھے پر سوار ہو اور کعبہ کی چھت پر چڑھ جا۔ مینے مطابق ارشاد عمل کیا اور ایک تانبے یا پیتل کا بڑا بُت اکھاڑ کر پھینکدیا۔ اور کانچ کے برتن کی طرح چکنا چور ہو گیا[۳]

اگرچہ امام احمد نے مسند اور مناقب میں اور کتاب الخصائص میں نسائی نے اس واقعہ کو ہجرت کے واقعہ سے پہلے کا بیان کیا ہے۔ لیکن تفسیر نیشاپوری میں بروایت ابن مسعود یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد کا درج ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی دو دفعہ حضور علیہ السلام کے کندھے پر سوار ہوئے ہیں۔

ابوطالب کا حضرت علی کو اول مرتبہ نماز پڑھتے دیکھنا

جب تک آنحضرت کو اشاعت اسلام کا حکم نہیں تھا تب تک آنحضرت

سلہ [۱] دیکھو سیوطی کی درمنثور۔ اور علامہ بدخشی کی نزل الابرار۔

سلہ [۲] دیکھو ترمذی مناقب امام احمد۔ طبرانی۔ نسائی۔ مستدرک سنن ابی شیبہ۔ حلیہ ابونعیم وغیرہ۔

سلہ [۳] المناقب الامام احمد۔ الخصائص نسائی۔ مسند امام اعظم۔

جناب امیر کو ساتھ لیکر اپنے اعمام اور قوم سے مخفی مکہ کے پہاڑوں کی غاروں میں تشریف لیجاتے اور نماز پڑھتے اور رات کو وہاں سے واپس آجاتے۔ اسی اثناء میں ایک روز حضرت کے ساتھ جناب امیر نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ ابوطالب آنکلے اور انکو نماز پڑھتے ہوئے دیکھکر کہنے لگے اے میرے بھتیجے یہ کونسا دین ہے کہ تم جس پر عمل کر رہے ہو۔ حضرت نے فرمایا چچاجان۔ یہ خدا کا اور اسکے رسولوں اور ہمارے باپ ابراہیم کا دین ہے اور مجھکو خدا نے اس دین کیلئے لوگوں کی طرف پیغمبر کرکے بھیجا ہے۔ آپ زیادہ تر حقدار ہیں کہ میری نصیحت کو قبول کریں۔ ابوطالب کہنے لگے اس بات کے قبول کرنے میں مجھے کسی کا خوف نہیں۔ لیکن واللہ لوگوں کے سامنے میں کھڑا نہیں ہو سکونگا۔ تم اپنا کام کئے جاؤ واللہ تم کو میرے ہوتے ہوئے کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچیگی۔ پھر حضرت علی سے پوچھا کیا تم نے بھی انکا اتباع کر لیا ہے حضرت علی نے فرمایا ہاں میں تصدیق کرتا ہوں کہ یہ سچے نبی ہیں ابوطالب نے کہا تم ان کی بات پر ہر طرح سے عمل کرنا کیونکہ تمکو نیک بات کے سوا اور کچھ نہیں بتائینگے۔

کعبہ میں آنحضرت کے ساتھ سب سے اول نماز پڑھنا

اس روز سے آنحضرت اور حضرت علی کھلے بندوں نماز پڑھنے لگے۔ عفیف کندی جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں کہتے ہیں کہ ایک دفعہ بزمانۂ جاہلیت میں مکہ میں گیا اور عباس ابن عبدالمطلب کے پاس فروکش ہوا جب دوپہر کا وقت ڈھلا تو میں کعبہ کی طرف دیکھ رہا تھا کہ ایک جوان نے آکر آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھا اور بڑھکر کعبہ کی طرف مُنہ کرکے کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں ایک لڑکا آکر اسکے داہنے کھڑا ہو گیا بعد ازاں ایک عورت آکر انکے پیچھے استادہ ہو گئی اور ان تینوں نے نماز پڑھی۔ میں نے عباس سے کہا یہ ایک انوکھی بات ہے عباس کہنے لگے کیا تو نہیں جانتا کہ یہ جوان کون ہے میں نے کہا میں نہیں جانتا عباس نے کہا یہ جوان محمد بن عبداللہ میرا بھتیجا ہے اور یہ علی ابن طالب یہ بھی میرا بھتیجا ہے اور یہ خدیجہ بنت خویلد میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ کی بیوی ہے اس جوان کا یہ قول ہے کہ میرا خدا آسمان اور

انکا دروازہ بند کردیا جائے تاکہ بھوک اور پیاس کی شدت سے وفات پاجائیں قریش کے ایک بوڑھے شیطان نے کہا یہ رائے ٹھیک نہیں کیونکہ ان کے قبیلے کے لوگ کبھی اس بات کی برداشت نہیں کرینگے اور لڑنے پر آمادہ ہوجائینگے۔ شیبہ بن ربیعہ کہنے لگا آنحضرت کو ایک سست اونٹ پر جو بہت سرکش بن گیا ہو سوار کرکے جنگل میں چھوڑ دینا چاہئے تاکہ وہ سر و پا برہنہ بیابانی میں جا پڑیں وہ خود ہی آنحضرت کی باتوں سے بگڑ کر آنحضرت کو قتل کر ڈالیں گے اس صورت میں ان کا خون غیر لوگوں کے ہاتھوں سے ہوگا اور تم دیت وغیرہ سے بچ جاؤ گے۔ لیکن بوڑھے شیطان نے اس پر بھی اعتراض کیا کہ کیا تم ایسے شخص پر اعتماد کرسکتے ہو کہ جس نے تمہاری قوم کے بابولوں کو بگاڑ کر اپنا رفیق بنا لیا ہے کیا ان بادیہ نشین بدوں کو بگاڑ کر اپنے ساتھ متفق نہیں کریگا۔ ابوجہل جو سب سے زیادہ آنحضرت کا دشمن تھا اور جس نے حضرت کے قتل کا بیڑا اٹھایا ہوا تھا میری رائے ہے کہ قبائل قریش کے ہر بطن سے ایک ایک نوجوان منتخب کیا جائے اور وہ آنحضرت پر مجتمع ہوکر ایک ایسی ضرب لگائیں کہ وہ ایک آدمی کی ضرب سمجھی جائے اس طرح ان کا خون تمام قبائل عرب میں متفرق ہوجائیگا بنی ہاشم اپنے قبیلہ میں تمام قبائل قریش کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہ پاکر دیت کے لینے پر راضی ہوجائینگے۔ تم لوگ دیت دیکر اپنا پیچھا چھڑا لینا۔ سب نے یہ مشورت پسند کی ادھر آنحضرت کو جناب الٰہی سے وحی ہوئی کہ آج شب کو آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں خدا نے آپکو ہجرت کا حکم دیا ہے۔ آنحضرت نے جناب علی کو اپنے بستر پر سونے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ہماری ردا اوڑھ کر لیٹ رہو۔ پھر آپ نے ان کو وصیت کی کہ یہ لوگوں کی امانتیں جو ہمارے پاس موجود ہیں ان لوگوں کو سب کے حوالہ میں دیدینا یہ تمہارے لئے آپ مجھ سے بڑھ کر ہوگے۔ کفار کی آنکھوں کو خدا نے اندھا کردیا اور حضرت سید سے شکل شہر سے باہر ہوگئے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا جناب امیر نے ان سے کہا جناب رسالتمآب بیر میمون کی طرف تشریف لے گئے ہیں آپ وہاں ان سے جا ملیں ادھر حضرت ابوبکر کا آنحضرت کی خدمت میں پہنچنا تھا کہ ادھر قریش حضرت علی پر پتھر برسانے لگے مگر واللہ کہ اس خیر کشا کا تاب کہ تمام رات پیچ و تاب کھاتے رہے اور مطلق استقلال میں فرق نہ آیا۔ سیرۃ الحلبیہ میں

[illegible] کے بستر پر [illegible] سوئے ہوئے تھے [illegible] رات والی تھی کہ تمام قریش تلواریں
کھینچ کر گھر میں گھس پڑے اور ان کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور کہنے لگے آہا آپ علی ہیں
آپ کے دوست کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا کیا میں ان کا نگہبان تھا۔
تم نے ان کو چلے جانے کے لئے کہا وہ چلے گئے۔ تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ قریش
جھلا کر حضرت علی کو باہر نکال لائے اور ایک گھنٹے تک قید میں رکھا مگر چونکہ ان کی
اصلی غرض فوت ہو چکی تھی اس لئے حضرت علی سے چنداں تعرض نہ کیا حضرت علیؓ
ارشاد نبوی کے مطابق تمام امانتیں لوگوں کو سپرد کر کے یکہ و تنہا پیادہ پا روانہ
مدینہ منورہ ہو گئے۔ رات کو چلتے تھے اور دن کو کسی غار میں پوشیدہ ہو رہتے تھے
یہاں تک کہ مدینہ میں پہنچے۔ آنحضرت کو ان کے پہنچنے کی خبر ملی تو فرمایا کہ علی کو ہمارے
پاس لاؤ۔ لوگوں نے عرض کیا حضور وہ حاضر ہونے سے معذور ہیں حضرت خود بدولت
ان کے دیکھنے کے واسطے تشریف لے گئے اور ان سے بغلگیر ہوئے اور ان کی
حالت دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے۔ اور ان کے قدموں کو دیکھا کہ ورم کر آئے ہیں اور
ان سے خون ٹپک رہا ہے۔ آنحضرت نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے لعاب
دہن سے تر کر کے ان کے پاؤں پر ملا اور عافیت کی دعا مانگی۔ حضرت علی فی الفور
تندرست ہو گئے۔ پھر کبھی حضرت علی کو پاؤں کے دکھنے کی شکایت نہ ہوئی۔

آنحضرت کا علی کے ساتھ مواخات قائم کرنا

آنحضرت نے مدینہ منورہ پہنچ کر سب سے اول جو کام کیا وہ مہاجرین و انصار
کے درمیان بھائی چارہ تھا۔ اول تو انصار اور مہاجرین کے درمیان سررشتہ اخوت قائم
کیا۔ بعد ازاں قریش میں ایک کو دوسرے کا بھائی بنایا چنانچہ حضرت ابوبکر کو عمر کا
اور عبد الرحمٰن ابن عوف کو عثمان اور طلحہ کو زبیر کا اور ابوذر غفاری کو مقداد کا
بھائی قرار دیا اور علی کو کسی کا بھائی نہ بنایا۔ اس وجہ سے حضرت علی کبیدہ خاطر
ہو کر چلے گئے لیکن حضرت نے ان کو بلا کر اپنا بھائی بنایا۔ اگرچہ بعض مؤرخین نے

[illegible] اسد الغابہ [illegible] کنز العمال جمع الجوامع سیوطی [illegible]

واقعہ موافقات یعنی حضرت [illegible] حضرت [illegible] نکاح کے بعد کا ہونا لکھا ہے لیکن [illegible] سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ جنگ بدر کے [illegible] پہلے مسئلہ کا ماخذ ہے لکھا ہے اور حضرت فاطمہ کا نکاح دوسرے سال میں ہوا ہے۔ اس وقت حضرت علی کی عمر اکیس سال اور پانچ ماہ کی تھی اور حضرت فاطمہ کی ۱۵ برس اور ساڑھے پانچ مہینے کی تھی۔

حضرت علی کا حضرت فاطمہؓ کے ساتھ نکاح کرنا

حضرت فاطمہ کے مہر کی نسبت اگرچہ بہت بڑا اختلاف ہے مگر جس پر علامہ ابن عبدالبر نے زیادہ تر اعتماد کیا ہے یہ ہے کہ ان کا مہر زرہ تھی کیونکہ حضرت علی کے پاس اس وقت سونے چاندی کی کوئی چیز موجود نہیں تھی کہتے ہیں کہ آپ نے اس زرہ کو چار سو اسی درہم پر فروخت کر کے مہر پہلے ادا کر دیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اکثر اکابر قریش نے جن میں حضرت ابوبکر اور عمر بھی تھے حضرت سیدہ کی نسبت درخواست کی تھی مگر آنحضرت نے حضرت علی کے ساتھ ان کی شادی پسند فرمائی۔

ہجرت کے دوسرے سال رمضان کی سترھویں تاریخ کو مکہ کے قریش مدینہ پر اُمنڈھ آئے آنحضرت بھی اپنے صحابہ کے ساتھ مدینے سے باہر برآمد ہوئے۔ اور بدر کے مقام پر پہنچکر فروکش ہوئے۔ بدر کے روز صبح کو لوگ اُٹھے قریش صف باندھ کر کھڑے ہوئے سب سے آگے عتبہ بن ربیعہ اور اسکا بھائی شیبہ اور اُسکا بیٹا ولید کھڑے ہوگئے عتبہ نے پکار کر کہا یا محمد آپ ہمارے قریش کے بھائیوں میں سے ہمارے مقابلہ کے لئے آدمی بھیجیں انصار مدینہ میں سے تین جوان مقابلے کے واسطے باہر نکلے۔ عتبہ نے کہا تم کون ہو انہوں نے اپنا حسب و نسب بیان کیا۔ عتبہ بولا ہم کو تمہارے ساتھ لڑنے کی ضرورت نہیں۔ ہم نے اپنے بھائی بندوں کو طلب کیا ہے آنحضرت نے انصار کو واپس بلالیا اور آواز دی اے حمزہ

۱؎ دیکھو [illegible] ۲؎ دیکھو [illegible]

اور علی اور اسے عبیدہ ہم آ نکلے اس صداقت پر کہ خدا نے تمہارے نبی کو مبعوث کیا ہے ان سے لڑو۔ یہ تینوں صاحب ان کے سامنے صف باندھکر کھڑے ہو گئے چونکہ ان کے سر پر خود تھے عتبہ نے ان کو نہ پہچانا۔ عتبہ نے کہا تم کون ہو حمزہ نے جواب دیا میں حمزہ ابن عبد المطلب ہوں۔ یہ علی ابن ابی طالب ہیں اور یہ عبیدہ بن الحارث بن عبد المطلب ہیں۔ عتبہ نے اپنے بیٹے ولید کو جناب علی کے مقابلہ پر بھیجا۔ اس وقت تمام مسلمانوں میں آپ کا سن و سال نہایت کم تھا۔ ولید اور حضرت علی کی چوٹیں چلنے لگیں ولید کا وار خالی دیکر جناب امیر نے اس کے بائیں ہاتھ پر ایسی ضرب لگائی کہ ہاتھ شانے سے جدا ہو گیا دوسری ضرب میں آپ نے اُس کو جہنم واصل کر دیا۔ جناب علی فرماتے ہیں کہ ولید کی شادی انہیں دنوں ہوئی تھی۔ اس کے کپڑوں میں سے عطر عروس کی بو آ رہی تھی۔ ادھر عتبہ حضرت حمزہ کے ہاتھ سے مارا گیا مگر شیبہ کے ہاتھ سے حضرت عبیدہ شہید ہو گئے۔ اس کے بعد کفار حضرت علی پر ٹوٹ پڑے۔ آپ نے عاص ابن سعید اور حنظلہ اور عدی اور نوفل بن خویلد کو قتل کیا۔ یہ لوگ قریش کے شیطانوں میں سے مشہور تھے۔

ابن ہشام سیرۃ النبویہ میں لکھتے ہیں کہ جن کو جناب علی نے مستقل بذات واحد اس روز قتل کیا ہے اکیس نفر کفار ہیں۔ نو آدمیوں پر تو تمام ناقلین اخبار کا اتفاق ہے کہ حضرت علی نے بلاشرکت غیری ان کو تہ تیغ کیا ہے اور چار نفر ایسے ہیں جن کو آپ نے کسی دوسرے صحابی کی شرکت سے قتل کیا ہے۔ اور آٹھ آدمی ایسے ہیں جنکی نسبت اختلاف ہے کہ آیا جناب امیر نے ان کو قتل کیا ہے یا کسی اور صحابی نے بعض روایتوں سے ثابت ہے کہ بدر کے دن ستر کفار مارے گئے تھے۔ ان میں سے نصف حضرت علی نے اور نصف دیگر صحابہ نے داخل جہنم کئے۔

غزوۂ کُدر

کامل التواریخ میں ابن اثیر لکھتا ہے کہ اس سنہ میں غزوہ کدر واقع ہوا بنی سلیم نے جمع ہو کر مدینہ منورہ پر لشکر کشی کا ارادہ کیا تھا کہ آنحضرت نے ان کی جمعیت منتشر کرنے کی ٹھانی۔ اسلامی فوج کا علم حضرت علی کے ہاتھ میں تھا آپ

گئی تھے اونٹ اور بہت سی بکریاں اور بھیڑیں غنیمت میں ملے آئے۔

غزوہ احد

ہجرت کے تیسرے برس غزوہ احد واقعہ ہوا اس کی تفصیل یہ ہے کہ
بدر کے روز جو سارا قریش شکست کھا کر سخت اندوہناک ہوئے اور مال کثیر صرف
کر کے کنانہ کے حبشیوں کی ایک جماعت کو اپنے ساتھ متفق کر کے روانہ مدینہ
ہوئے آنحضرت معہ مسلمانوں کی جماعت کے مدینہ منورہ سے برآمد ہو کر کوہ احد
کے نزدیک قیام پذیر ہوئے۔ جب لڑائی کی آگ بھڑک اٹھی اور جناب حمزہ شہید
ہو گئے اور اکثر صحابہ مدینہ کو واپس ہو آئے۔ تو کفار مکہ نے آنحضرت پر حملہ کیا جناب
علی نے ان کا مقابلہ کر کے بائیس ۲۲ آدمی قتل کئے جن میں سے بیان آدمی نہایت
مشہور تھے۔ (۱) ابو سعد طلحہ بن ابی طلحہ بن عبد العزے۔ (۲) عبد اللہ بن جمیل بن
عبد الدار۔ (۳) ابو الحکم بن الاخنس۔ (۴) سبا بن عبد العزے۔ (۵) ابو امیہ بن المغیرہ
دو شخصوں کی نسبت اختلاف ہے ابن عباس کا قول ہے کہ احد کے دن طلحہ بن
ابی طلحہ مشرکوں کا علم بردار تھا با آواز بلند کہنے لگا اے اصحاب محمد تمہارا زعم ہے
کہ ہم قریش کے لوگ تمہاری تلوار سے دوزخ میں گرائے جائینگے اور تم مسلمان
ہماری تلوار سے شہید ہو کر جنت میں جاؤ گے پس تم میں سے کوئی ہے جو میرا
مقابلہ کرے۔ جناب امیر اس کے سامنے گئے اور اس کے پاؤں پر ایسی ضرب
لگائی کہ وہ زمین پر گر پڑا جناب امیر نے اس کو مار ڈالنے کا قصد کیا اس نے خدا
کا واسطہ دیا آپ اسے چھوڑ کر دوسری طرف متوجہ ہو گئے لیکن وہ اسی زخم سے
جانبر نہ ہوا۔ محمد ابن اسحاق اپنی سیرۃ میں لکھتا ہے کہ احد کے روز حضرت علی
کے صبر و استقلال سے اسلام کا بچاؤ ہوا حافظ عبد العزیز الحنابدی کتاب معالم العترہ
میں لکھتے ہیں کہ قیس ابن سعد کا قول ہے کہ احد کے روز حضرت علی کے جسم پر
سولہ زخم ایسے لگے تھے کہ ہر ایک زخم سے آپ زمین پر جھک جھک کر گر جاتے تھے
حضرت علی فرماتے تھے کہ احد کے روز [illegible] آگئی [illegible] گر گیا تو
آنحضرت نے فرمایا اس کے [illegible]

حضرت علی کا کل غزوات میں آنحضرت کا علمدار ہونا

عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت علی بجز تبوک کے سوا کل غزوات میں آنحضرت کے علمدار تھے[1]۔ ثعلبہ ابن مالک کا قول ہے کہ ہر ایک غزوہ میں سعد ابن عبادہ علمدار ہوا کرتے تھے۔ لیکن جب لڑائی کا موقع آجاتا تھا تو جناب علیؑ علم اٹھا لیتے تھے[2]۔ اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ اہل عرب لڑائی کے موقع پر اسی شخص کے ہاتھ میں علم دیتے تھے جس پر بہادری کا پورا اعتماد ہوتا تھا کہ وہ گھمسان پڑنے کی وجہ سے علم چھوڑ کر نہیں بھاگے گا۔ ابن عباس فرماتے ہیں کان علیٌ اخذ رایۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوم بدر والمشاہد کلہا۔ کہ حضرت علی غزوہ بدر اور دیگر تمام مشاہد میں آنحضرت کے علم بردار تھے۔

ہجرت کے تیسرے برس نصف رمضان کو اور بعض کے نزدیک چوتھے برس اور بعض کے نزدیک پانچویں کو حضرت امام حسن کا تولد ہوا ہے ابن خشاب کا قول ہے کہ عیسیٰ ابن مریم اور امام حسن کے سوا بچہ شش ماہ زندہ نہیں رہا۔ ایک روایت میں یحییٰ کے حضرت کے حضرت یحییٰ کا نام ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضرت نے امام حسن کے عقیقہ میں ایک مینڈھا ذبح کیا ہے یا دو۔ مگر یہ محقق بات ہے کہ ساتویں روز ان کا ختنہ کیا گیا ہے۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت علیؑ نے ان کا نام اپنے چچا کے نام پر حمزہ اور اسی طرح حضرت حسین کا نام اپنے بھائی کے نام پر جعفر رکھا۔ لیکن آنحضرت نے ان کا نام ہارون کے بیٹوں شبر و شبیر کے نام پر حسن و حسین رکھا۔ اور یہ دونوں نام جاہلیت میں مشہور نہیں تھے[3]۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام حرب رکھا گیا تھا[4]۔ اسد الغابہ فی تمیز الصحابہ میں مذکور ہے کہ جناب فاطمہ کی نسل کے سوا آنحضرت کی نسل منقطع ہوگئی ہے۔ حضرت امام حسین کی ولادت میں بھی اختلاف ہے۔ لیکن صحیح روایت یہی ہے کہ سنہ ۴ ہجری میں آپ تولد ہوئے ہیں[5]۔ مشہور روایتوں کے مطابق جناب حسین کا علوق حضرت امام حسن

---

[1] دیکھو ترمذی اور استیعاب ابن عبدالبر۔ [2] اسد الغابہ۔ [3] دیکھو ریاض [illegible] وغیرہ۔
[4] احمد۔ طبرانی۔ دارقطنی۔ حاکم۔ ابن عساکر۔ بیہقی۔ [5] دیکھو اسد الغابہ

کی ولادت سے پچاس راتوں کے بعد ہوا ہے[1]۔ اور آپ کی ولادت کی نسبت بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ بھی شش ماہیہ پیدا ہوئے ہیں[2]۔ اور بعض کے نزدیک ایک برس دس ماہ کے بعد آپ کی ولادت ہوئی ہے[3]۔

غزوۂ خندق

اس غزوہ کو غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں ہجرت کے پانچویں برس واقعہ ہوا ہے اس کا قصہ یہ ہے کہ آنحضرت کو خبر ملی کہ قریش کے تمام قبائل جنگ احد کی کامیابی سے مغرور ہو کر ابوسفیان کی ماتحتی میں اہل اسلام پر یورش لارہے ہیں۔ آنحضرت نے مدینہ کی حفاظت کے لئے تمام شہر کے گرد خندق کھدوائی۔ ادھر مشرکین کی جماعت بھی آپہنچی اور مدینہ کا محاصرہ کر کے چاروں طرف ڈیرے ڈالدیئے۔ جب خندق کو دیکھا تو ششدر رہ گئے۔ اس لئے مبارزت کے خواہاں ہوگئے ان میں ایک نامی شہسوار عمرو ابن عبدود جو اکیلا ہزار سوار کے برابر گنا جاتا تھا میدان میں آکر آخر پڑھنے لگا

ولقد بححت من الندا بجمعکم هل من مبارز - و وقفت اذجبن الشجاع بموقف البطل المناجز - وکذالک لم ازل - متسرعا نحوالزهو - ان الشجاع فی الفتی والجود من غیرالغرائز - بہ تحقیق میری آواز تم لوگوں کو ہل من مبارز پکارتے پکارتے تھک گئی ہے۔ اور جبکہ بہادر نامردی کرتا تھا میں دلیری کی صف میں کھڑا تھا میں ہمیشہ اسی طرح لوگوں کی طرف دوڑتا تھا۔ کیونکہ جوانمرد کیلئے شجاعت اور سخاوت بہت ہی اچھی خصلتیں ہیں۔ یہ سنکر حضرت علیؑ اس کی مبارزت کے لئے آنکلے۔ حضرت نے فرمایا یہ عمرو بن عبدود ہے جب دوبارہ اور سہ بارہ اس نے پکار کر انہیں الفاظ کو دھرایا تو حضرت علی نے اصرار کیا آنحضرت نے اپنے سر اقدس سے عمامہ اُتار کر اُن کے سر پر باندھا اور فرمایا اسی شان سے چلے جاؤ۔ جب حضرت علی اس کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوگئے تو آنحضرت نے فرمایا برز الاسلام کلہ الی الکفر کلہ پورا اسلام پورے کفر کے مقابلہ کو نکلا ہے[4]۔ جناب علی نے میدان میں جاکر اس کی ہجو کا جواب دیا۔

[1] نزل الابرار علامہ بدخشی۔ [2] نزل الابرار۔ [3] اسد الغابہ۔ [4] کشف الغمہ۔

ے یا عمرو و یحک قد اتاک ۔ مجیب صوتک غیر عاجز۔ ذو نیتہ و البصیرۃ والحق منجی کل فائز۔
انی لارجو ان اقیم ۔ علیک نایحۃ من ضربتہ نفی و یبقی ۔ ذکرہا عند المزائز۔ اے عمرو
تجھ پر افسوس ہے تیرے پاس وہ شخص آرہا ہے جو تیرے پکارنے کے جواب دینے
میں عاجز نہیں ہے وہ صاحب نیت اور بصیرت ہے سچ ایک فیروزمند کو نجات
دینے والا ہے۔ میں بے شبہ امید کرتا ہوں کہ بوڑھی عورتوں کے بین تجھ پر برپا
کراؤنگا۔ ایک ایسی ضرب سے کہ فنا ہو جائیگا۔ اور معرکوں میں اس کا ذکر باقی
رہیگا۔ عمرو ابن عبدود نے کہا کہ آپ کون ہیں۔ آپ نے جواب دیا میں علی
ابن ابی طالب آنحضرت کا ابن عم اور داماد ہوں عمرو نے کہا آپکا والد میرا دوست
تھا مجھے برا معلوم ہوتا ہے کیونکہ میرا نیزہ تم کو جھپٹ لیجائیگا۔ آپ نے فرمایا
اے عمرو بن عبدود اس کا تذکرہ چھوڑ دے۔ میں نے سنا ہے کہ تو نے وعدہ
کیا ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص میرے آگے تین باتیں پیش کریگا تو میں ان میں سے
ایک کو ضرور قبول کرونگا۔ عمرو نے کہا آپ پیش کریں آپ نے فرمایا ایک یہ ہے کہ
تو کلمہ پڑھکر مسلمان ہو جا۔ عمرو نے جواب دیا مجھے اس کی حاجت نہیں۔ آپ نے
فرمایا دوسری بات یہ ہے کہ تو یہاں سے لشکر لے کر واپس چلا جا عمرو نے کہا کیا
قریش کی عورتیں نکینگیں اور عرب کے گیتوں میں نہ گائیں گی کہ عمرو لڑائی سے
بھاگ آیا اور جس قوم نے اس کو رئیس بنایا تھا اسے رسوا کیا جناب علی نے کہا
تیسری بات یہ ہے کہ تو گھوڑے سے اتر مجھ سے کشتی کر عمرو نے کہا میں نہیں چاہتا
کہ اپنے دوست ابو طالب کے بیٹے کو قتل کروں۔ حضرت علی نے فرمایا واللہ میں
تجھے قتل کرونگا۔ اتنی بات کے سننے سے عمرو میں حمیت جوش مار آئی اور گھوڑے سے
کود پڑا اور اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور جناب امیر پر لپکا چند ساعت تک
دونوں میں وار ہوتے رہے عمرو نے غصے میں آکر ایک تلوار ماری کہ سپر کو
کاٹ کر آپکے سر میں بیٹھ گئی۔ یہ حالت دیکھ کر آنحضرت نے اپنا سر اقدس
خدا کے سامنے زمین پر رکھکر عرض کیا۔ اللھم انک اخذت منی عبیدہ بن الحارث
یوم بدر و حمزۃ بن عبد المطلب یوم احد و ہذا علی فلا تذرنی فردا انت خیر الوارثین۔
اے میرے پروردگار تو نے بدر کے روز عبیدہ بن الحارث کو اور احد کے دن

حمزہ بن عبد المطلب کو مجھ سے لے لیا ہے اب یہ علی باقی رہ گیا ہے۔ پس تو مجھے اکیلا مت رکھ تو سب وارثوں سے بہتر ہے۔ حضرت علی نے چوٹ کھا کر عمرو سے کہا تو عرب کا شہسوار ہے کیا تو اکیلا نہیں لڑ سکتا تھا کہ تو نے اپنے مددگار بلائے ہیں عمرو نے پیچھے پھر کر دیکھا آپ نے اس کی دونوں پنڈلیاں کاٹ ڈالیں۔ اور وہ برہنہ ہو کر زمین پر گیا۔ اس کے گرنے سے غبار بلند ہوا حضرت نے اس کی چھاتی پر سوار ہو کر اس کا سر کاٹ لیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اسکے کندھے پر تلوار لگائی اور اسکا ایک طرف زمین پر گر گیا۔ آپ اسکو اسی طرح مقتول چھوڑ کر اس کے بیٹے پر لپکے اس کو بھی مار ڈالا۔ عکرمہ بن ابی جہل جو اس کے ساتھ تھا نیزہ پھینک کر بھاگ گیا جناب علی آنحضرت کے حضور میں حاضر ہوئے اس وقت سر اقدس سے خون جاری تھا حضرت نے فرمایا قتل علی لعمرو بن عبدود افضل من عبادۃ الثقلین۔ علی کا عمرو ابن عبدود کو قتل کرنا جن وانس کی عبادت سے افضل ہے۔ جابر ابن عبد اللہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کا عمرو بن عبدود کو قتل کرنا بالکل حضرت داؤد اور جالوت کے قصہ کے مشابہ ہے۔ کہ انہوں نے بھی ایک پہلوان کو قتل کیا تھا۔

جب عمرو ابن عبدود کے قتل کی خبر اس کی بہن کو ملی تو اس نے پوچھا کہ میرا کس کا قابو چل گیا۔ لوگوں نے کہا علی ابن ابی طالب کا کہنے لگی اس کی موت اپنے بزرگ بھائی بند کے ہاتھ سے ہوئی ہے اور یہ شعر کہے ؎ لو کان قاتل عمر غیر قاتلہ لکنت ابکی علیہ آخر الابد۔ لاکن قاتلہ عن لا یعاب بہ۔ من کان یدعی قدیما بیضۃ البلد۔ اگر عمرو بن عبدود کا قاتل اس کے اس قاتل کے سوا کوئی اور ہوتا تو میں ہمیشہ اس پر رویا کرتی۔ لیکن اس کا قاتل وہ ہے کہ جس کی نسبت میں کسی طرح کا عیب نہیں ہے اور وہ ہمیشہ سے شہر کا سردار پکارا گیا ہے۔

تمام مورخ اس بات پر متفق ہوئے ہیں کہ خندق کی جنگ میں سوا حضرت علی کے کسی دوسرے صحابی کی تلوار نہیں نکلی۔ صرف عمرو ابن عبدود کے مارے جانے سے قریش کے دل ڈہل گئے اور وہ اپنا ٹڈی دل فوج لیکر مدینہ کے محاصرے سے واپس ہو گئے۔

سنہ ۷ ہجری میں خیبر کا واقعہ پیش آیا اس وقت حضرت علی کی عمر اکتیس برس کی تھی ابو محمد عبد الملک بن ہشام سیرۃ النبوہ میں سلمہ بن الاکوع کی حدیث لکھتے ہیں ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رکاب میں خیبر کو چلے اس وقت میرے چچا عامر صحابہ میں یہ رجز پڑھ رہے تھے ؎ واللہ لو اللہ ما اهتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا و نحن عن فضلك ما استغنینا۔ و ثبت الاقدام ان لاقینا۔ وانزلن سکینۃ علینا۔ اگر ہم کو خدا ہدایت نہ کرتا نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ ہم نماز پڑھتے۔ ہم تیرے فضل سے مدد مانگتے ہیں۔ جس وقت کہ ہم دشمنوں کے جائیں تو ہمارے قدم ثابت رکھیو۔ اور تو ہم پر سکون اور تسلی نازل فرمائیو۔ آنحضرت نے سنکر فرمایا یہ کون ہے صحابہ نے عرض کیا یہ عامر ہے۔ آپ نے ارشاد کیا اے عامر! اللہ تعالٰے تجھے مغفرت عطا کرے۔ آپ خصوصیت سے جس کی نسبت دعائے مغفرت فرماتے تھے وہ ضرور شہید ہوجاتا تھا۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ کاش حضور ہم کو بھی اس دعا میں عامر کے ساتھ شریک فرماتے جب ہم خیبر میں پہنچ گئے تو مرحب یہودی قلعہ کا سردار باہر نکلا اور تلوار ہلا کر یہ رجز پڑھنے لگا۔ قد علمت خیبر انی مرحب۔ شاکی السلاح بطل مجرب۔ تمام خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں آلات حرب میں صاحب شوکت اور تجربہ کار دلیر ہوں میرے چچا عامر اس کے مقابلہ میں گئے اور رجز کہنے لگے ؎ قد علمت خیبر انی عامر۔ شاکی السلاح بطل المغامر۔ خیبر جانتا ہے کہ میں عامر ہوں۔ جنگ کے آلات میں صاحب شوکت دلیر ہوں بے خوف ہوں۔ عامر اور مرحب میں وار ہونے لگے لیکن مرحب کی تلوار عامر کے گھوڑے کو لگی۔ وہ یہانتک اچھلنے کودنے لگا کہ قریب تھا عامر اسکی پشت سے جدا ہوجائیں اس جست وخیز میں خود عامر کی تلوار ان کی رگ ہفت اندام پر لگی۔ اور رگ کٹ گئی اور وہ بیہوش ہوکر گر گئے بعض صحابی کہنے لگے عامر کا عمل باطل ہوگیا ہے کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے مارے گئے ہیں کافر کے ہاتھ سے شہادت پاتے تو انکو اجر ملتا مجھے یہ کلمہ سنکر نہایت رنج ہوا اور میں دوڑتا ہوا آنحضرت کے حضور میں گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا عامر کا عمل باطل ہوگیا ہے آپ نے فرمایا کون کہتا ہے میں نے کہا حضور کے بعض صحابی اس بات کا چرچا کر رہے ہیں آپ نے فرمایا بلکہ اس کو دو دفعہ کی شہادت کا اجر ملیگا۔ پھر حضرت نے حضرت ابوبکر کو علم دیکر

لڑنے کے لیئے بھیجا مگر اُن سے قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ دوسرے روز حضرت عمر علم لیکر
گئے مگر وہ بھی بغیر فتح کے واپس آئے۔ آنحضرت نے فرمایا کل ہم ایک ایسے
شخص کو علم دینگے جو اللہ اور اللہ کے رسول کو دوست رکھتا ہے وہ کرار غیر
فرار ہے تمام رات لوگ اسی خیال میں تھے کہ دیکھئے کل یہ علم کس کو ملتا ہے آپنے مجھے
حضرت علی کے بلانیکے لیئے بھیجا انکی آنکھیں دُکھ رہی تھیں اور لشکر میں شامل نہیں تھے بلکہ
لشکر کیواسطے چکی پیس رہے تھے میں انکو لے کر آیا حضرت نے اپنا لعاب دہن انکی آنکھوں کو
لگایا اور وہ اچھے ہو گئے حضرت علی کہتے ہیں کہ بعد ازاں مجھکو نہ کبھی جاڑے اور نہ کبھی
گرمی کی شکایت ہوئی اور نہ میری کبھی آنکھیں ہی دکھنے کو آئیں۔ آپنے انکو علم دیا
اس وقت مرحب دوبارہ قلعہ سے نکلکر اپنی بڑا آئی ہانکرہا تھا ۔ قد علمت خیبر انی
مرحب ۔ شاکی السلاح بطل مجرب اذاللیوث اقبلت تلهب عن صولة المجب
قلت حامی ابن ألا یقرب ۔ اطعن احیانا و حینا اضرب ۔ ان غلب ابن حرفانی
اغلب والقران عنی بالن نامحفف تمام خیبر واقف ہے کہ میں مرحب ہوں نیز
آلات حرب رکھنے والا تجربہ کار دلیر ہوں جبکہ شیر معرکہ میں دراتے ہیں اور آگ کے شعلے بھڑکاتے
ہیں مرحب کے حملہ سے دبک جاتے ہیں کہ بادشاہ کا مصاحب ہے ظاہر ہے کہ میرے خوف
سے کوئی قریب نہیں آتا کبھی میں نیزہ لگاتا ہوں اور کبھی تلوار اگر سارا زمانہ مغلوب
بھی ہو جائے تو بھی میں غالب آنیوالا ہوں میرے مواجہ میں حریف خون میں لتھڑا ہوا ہے
حضرت علی نے اسکے جواب میں یہ رجز بیان فرمائی ۔ انا الذی سمتنی امی حیدرہ ۔ ضرغام
آجام ولیث قسورہ عبل الذراعین شدید القصرہ ۔ کلیث غابات کریہ المنظرہ اکیلکم
بالسیف کیل السندرہ اضربکم ضربا یبین الفقرہ ۔ اترک القرن بقاع جزرہ اضرب بالسیف
رقاب الکفرہ ۔ ضرب غلام ماجد حزورہ ۔ من یترک الحق یقوم صغرہ ۔ اقتل منکم سبعة او
عشرہ فیکلهم اهل فسوق فجرہ میں ہوں کہ میری والدہ ماجدہ نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ بہادری
کے نیستان کا درندہ ہوں۔ قوی بازو اور سخت گردن والا جیسے کہ ڈراونی شکل والا
جنگل کا شیر میں تلوار کے بڑے پیمانے سے تمہیں ناپونگا میں تمہیں ایک ایسی ضرب
لگاؤنگا جس سے تمہاری پشت کا ایک ایک مہرا جدا ہو جائیگا میں نیزے کو سخت زمین
میں گاڑتا ہوں میں تلوار سے کافروں کی گردن اڑاتا ہوں۔ بزرگ قوم کے نوعمر میں

بھرے ہوئے نوجوان کی ضرب ہے۔ اس لئے جو حق کو چھوڑتا ہے اور ذلت پر پھرتا
ہے۔ میں ان میں سے سات یا دس آدمیوں کو قتل کرونگا جو سب کے سب فاسق اور
فاجر ہیں۔ مرحب لشکر جناب امیر پر لپکا اور وار کیا حضرت نے سر پر ایسی تلوار لگائی
کہ خود لنگرا سکے سر میں بیٹھ گئی۔ اور تلوار کی جھنکار لشکر تک پہنچی سلمہ کہتا ہے کہ میں حضرت
علی کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا آپ نے قلعہ قموص کے پاس پہنچکر اپنا نیزہ گاڑ دیا قلعہ کے
اوپر ایک یہودی نے چڑھکر کہا کہ تم کون ہو حضرت علی نے فرمایا میں علی ابن ابی
طالب ہوں وہ کہنے لگا واللہ تم غالب آجاؤ گے خدا نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنا
کلام جھوٹا نازل نہیں کیا اتنے میں ایک یہودی نے نکل کر آپکے ہاتھ پر چوٹ ماری
آپنے ہاتھ سے سپر پھینک دی اور دروازہ قلعہ اکھاڑ کر سپر بنا لیا اور لڑنے لگے
اور تمام لڑنے والے یہودیوں کو تہ تیغ کیا جب قلعہ فتح ہو گیا تو آپ نے وہ دروازہ
پھینکدیا بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت علی خیبر کے دروازے کو اپنی پشت پر
اٹھا کر خندق میں کھڑے ہو گئے۔ مسلمان اس پر چڑھکر قلعہ میں داخل ہو گئے جابر ابن سمرہ
کہتا ہے کہ اسکے بعد ہم چالیس آدمیوں نے اسکو اٹھانا چاہا۔ لیکن ہم سے اٹھ نہ سکا اور
صاحب کنز العمال کہتے ہیں کہ یہ حدیث نہایت صحیح ہے۔ دوسری روایت ہے کہ ساٹھ
آدمیوں نے اسکے لوٹانے پر کوشش کی تھی۔ اس میں کچھ شک نہیں اٹھا سکتے تھے مگر
حضرت کی قوت خداداد نے اس کو نہایت آسانی سے اٹھا لیا اور خود بھی صفیہ بنت
حیی بن اخطب کو پکڑ لائے جو یہودی سردار کی بیٹی تھی حضرت نے اسے ایک صحابی
کو عنایت کیا مگر وہ رو پڑی کہ میں بادشاہ کی بیٹی ہوں مجھ سے ایسا سلوک کیا جاتا ہے
اس لئے آنحضرت نے اسکو اپنی زوجیت کا شرف بخش کر خوش کر دیا۔

ابوتراب کا خطاب

بعد ازاں آنحضرت غزوہ ذی العشیرہ کی طرف تشریف لے گئے حضرت علی
بھی ہمرکاب تھے۔ عمار ابن یاسر کا قول ہے کہ میں جناب علی کے ساتھ اس غزوہ
میں رفیق تھا۔ ہم نے بنی مدلج کے چند آدمیوں کو نخلستان میں ایک چشمہ پر کام
کرتے دیکھا جناب علی نے مجھ سے فرمایا۔ ایا ابا الیقظان اگر تیرا منشا ہو تو ہم چل کر

دیکھیں کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ ہم دونوں انکے قریب گئے اور ایک گھنٹہ تک انکے کام کو دیکھتے رہے بعد ازاں ہم پر نیند نے غلبہ کیا اور ہم نخلستان میں جا کر زمین پر سو گئے ہم بالکل گرد میں لیٹے ہوئے تھے کہ آنحضرت نے تشریف لا کر ہم کو بیدار کیا حضرت علی کو گرد میں لیٹا دیکھکر ابو تراب کے لقب سے ارشاد فرمایا۔ اور ارشاد کیا کہ میں تم کو دو بخت بدبختوں کی خبر دوں۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ارشاد ہو۔ آپنے فرمایا ایک تو ثمود کی قوم کا احیمر جس نے ناقہ صالح کے پاؤں کاٹ ڈالے تھے اور ایک وہ شخص جو علی کے سر پر ضرب لگائیگا۔ جس کے خون سے تیری ریش تر ہو جائیگی معلوم ہوتا ہے کہ ابو تراب کے لقب سے آنحضرت نے حضرت علی کو متعدد دفعہ پکارا ہے چنانچہ جب حضرت نے مدینہ میں تشریف لے جا کر صحابہ میں عقد مواخات قائم کیا تھا تو حضرت علی کو کسی کی اخوت کے لئے منتخب نہیں کیا تھا حضرت علی روٹھکر میدان میں جا لیٹے تھے حضرت نے جب تلاش کرنے کے بعد انکو اس حالت میں دیکھا تو ابو تراب کے خطاب سے مشرف فرمایا۔ لیکن سب سے زیادہ صحیح اور معتبر وہ حدیث ہے جو بخاری اور مسلم میں سہل ابن سعد سے مروی ہے۔ کہ ایک روز آنحضرت حضرت سیدہ کے ملنے کو تشریف لے گئے۔ حضرت علی کو وہاں موجود نہ پاکر جناب سیدہ سے پوچھا تیرا چچا زاد بھائی کہاں ہے حضرت سیدہ نے عرض کیا کہ آج ہم دونوں میں باہم کچھ شکر رنجی ہو گئی تھی جس کی وجہ سے وہ غصہ ہو کر کہیں تشریف لے گئے ہیں اور گھر میں قیلولہ نہیں کیا۔ آنحضرت نے ایک شخص کو انکی تلاش کے لئے بھیجا اس نے واپس آکر عرض کیا کہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔ آنحضرت خود مسجد میں تشریف لے گئے انکو برہنہ زمین پر سوتے ہوئے اور مٹی میں لتھڑے دیکھکر فرمایا اٹھ لے ابو تراب اس روز سے آپکا لقب ابو تراب ہو گیا۔ حضرت اس لقب کو نہایت پیارا سمجھا کرتے تھے۔

آیت مباہلہ کا نزول

انہیں دنوں میں نصاریٰ نجران کے نصاریٰ میں سے چند آدمی آنحضرت کی

لہ الخصائص امام نسائی۔ سلہ مناقب ابوبکر خوارزمی۔

خدمت میں آکر کہنے لگے آپ ہمارے صاحب عیسیٰ مسیح کے حق میں کیا کہتے ہیں حضرت نے ارشاد فرمایا خدا کا بندہ اس کا پاک کلمہ ہے نصاریٰ نے کہا نہیں وہ تو خدا ہے آپ انکو بندہ کہتے ہیں۔ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ ہم آپ سے ہرگز راضی نہ ہونگے جبتک آپ یہ نہ کہیں کہ وہ ابن اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کی طرف آیت مباہلہ نازل کی کہ تحقیق کافر ہوئے وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم خدا ہے اے رسول جو شخص کہ تجھ سے علم آنے کے بعد جھگڑے پس کہدے آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اپنی جان اور تمہاری جان کو پھر دعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی پھٹکار ڈالیں۔ اس آیت کے نازل ہونے پر آپ نے نصاریٰ کے گروہ کو مباہلہ کے لئے بلایا وہ صبح کا وعدہ کر گئے حضرت صبح ہوئی تو جناب علی اور فاطمہ اور حسنین کو ہمراہ لیکر نصاریٰ کے مقابل تشریف لے گئے القف نے دیکھکر کہا واللہ میں ان لوگوں کے چہروں کو دیکھتا ہوں کہ اگر خدا سے یہ دعا مانگیں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے تو خدا تعالیٰ اسکی جگہ سے ٹلا دیگا۔ تم ان سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ زمین پر کوئی نصرانی نہیں رہیگا۔ پس القف آنحضرت کے حضور میں آکر عرض کرنے لگا ہم مباہلہ نہیں کرتے حضرت نے اسوقت دعا کی کہ اے خدا یہ میرے اہلبیت ہیں۔

آیت تطہیر کا نزول

اس آیت کے نزول میں اختلاف ہے بعض راویوں کے نزدیک حضرت عائشہ کے گھر میں ہوئی ہے اور بعض کے نزدیک حضرت ام سلمہ کے گھر میں امام احمد مسلم اور ترمذی حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم صبح کو ایک سیاہ بالوں والی گلیم جس میں دھاریاں پڑی ہوئی تھیں اوڑھے ہوئے باہر تشریف لائے۔ اتنے میں حسنین اور فاطمہ اور حضرت علی آئے آپ نے ان کو اس کمبل میں لیکر فرمایا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ دوسری روایت میں مسلم اور ترمذی وغیرہ بیان کرتے ہیں۔ کہ یہ آیت ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی تھی اس کی سندیں بھی صحیح بیان کرتے کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت نازل تو ایک دفعہ ہوئی ہوئی تھی مگر آنحضرت نے

اس کو چند موقعہ پر حضرت اہل بیت کو کمبل اڑھا کر ارشاد فرمایا ہے۔

تبوک

اس کے بعد آنحضرت نے تبوک کی طرف تشریف لیجانے کا ارادہ کیا حضرت
علی سے ارشاد کیا کہ یا ہم یہاں ٹھیریں یا تم یہاں ٹھیرو کیونکہ مدینہ کی ایسی حالت ہے
کہ ہم دونوں میں ایک کا یہاں قیام کرنا ضروری ہے۔ پس حضرت انکو پیچھے چھوڑ گئے
جب حضرت وہاں سے تشریف لے گئے بعض لوگ کہنے لگے حضرت کو کوئی بات انکی
معلوم ہوئی جس کی وجہ سے انکو پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ جب جناب امیر نے یہ بات سُنی
تو حضرت کے پیچھے ہو لئے۔ یہانتک کہ حضور کو جا ملے حضرت نے فرمایا یا علی! تم
کیوں آئے ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ میں نے لوگوں کو کہتے ہوئے سُنا ہے آپکو میری
کوئی بات بڑی معلوم ہوئی ہے۔ جس کی وجہ سے آپ مجھکو عورتوں اور بچوں میں چھوڑ
کر تشریف لے چلے ہیں۔ آنحضرت ہنسکر فرمانے لگے کیا تو راضی نہیں؟ کہ تیرا مرتبہ مجھسے
ایسا ہو جیسے کہ ہارون کا موسٰے سے مگر میرے بعد نبی نہیں ہوگا حضرت علی نے
عرض کیا یا رسول اللہ میں قرضدار ہو گیا ہوں میرا ارادہ تھا کہ داخل جہاد ہو کر غنیمت
سے حصہ پاتا اور اپنا قرضہ اتارتا حضرت نے فرمایا جاؤ تم کو میرے برابر حصہ ملیگا۔

سورۃ برات کا قصہ

جب آنحضرت تبوک سے واپس آئے تو حضرت ابوبکر کو سورۃ برات دیکر مکہ
کی طرف روانہ فرمایا۔ جب وہ جحفہ تک پہنچے تو جناب علی کو انکے پیچھے روانہ کیا۔
کہ جا کر ابوبکر جہاں پر ہوں ان سے سورۃ برات لیکر مکہ والوں کو جا کر سناؤ حضرت علی
نے عرض کیا نہ تو میں زبان آور ہوں اور نہ معزز شخص ہوں حضرت نے فرمایا جاؤ
خدا تعالٰے تمہاری زبان کو سیدھا کر دیگا اور تمہارے دل کو ہدایت دیگا حضرت
علی جحفہ میں ان سے جا ملے اور ان سے خط لے لیا اور مکہ والوں کو جا سنایا۔
حضرت ابوبکر نے واپس آکر عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے حق میں کوئی بات
نازل ہوئی حضرت نے فرمایا نہیں مگر میری طرف سے دوسرا شخص ادا نہیں

کرسکتا ہیں خود یا وہ آدمی جو میرا ہو۔ زہری کہتا ہے کہ حضرت نے عرب کی عادت
کے مطابق کہ عہد اور مواثیق قبیلے کے سردار یا اسکے شریک یا اسکے گھر کے آدمی
کے سوا جو اُسکا قائمقام ہو سکے مثل بھائی یا ابن عم کے نہیں کرتے پس حضرت نے
بھی انہیں کی عادت کے موافق اپنے ابن عم کو برات دیکر بھیجا۔

سنہ ۶ھ میں آنحضرت نے صحابہ کے ساتھ خانہ کعبہ کی زیارت کا قصد کیا
اور اس غرض سے کہ قریش کو لڑائی کا شبہ نہ ہو حکم دیا کہ کوئی شخص ہتھیار باندھکر نہ چلے
ذوالحلیفہ پر پہنچکر حضرت کو خیال ہوا کہ اسطرح چلنا مصلحت نہیں اس لئے یہاں سے
ہتھیار لگوا لئے۔ جب مکہ دو منزل رہ گیا تو مکہ سے بشیر ابن سفیان نے آکر یہ خبر دی
کہ تمام قریش نے عہد کر لیا ہے کہ مسلمانوں کو مکہ میں قدم رکھنے نہ دینگے۔ رسول اللہ نے
حضرت عثمان کو بطور سفارت ان کے پاس بھیجا۔ قریش نے انکو روک لیا جب کئی
دن گذر گئے تو یہ مشہور ہو گیا کہ وہ شہید کر دیئے گئے یہ سنکر آنحضرت نے ۱۴سو صحابہ
سے ایک درخت کے نیچے بیعت لی۔ جو بیعت الشجرہ اور بیعت رضوان کے نام سے
مشہور ہے جب قریش نے یہ سنا کہ حضرت اب جہاد کرنے پر تیار ہو گئے ہیں تو قریش
کے چند رئیس مصالحہ کے لئے آئے۔ بہت سے رد و بدل کے بعد ان شرائط پر معاہدہ
ہوا کہ اس دفعہ الٹے واپس چلے جائیں۔ صلح نامہ کے لکھنے پر حضرت علی مامور ہوئے
جب انہوں نے یہ لکھا کہ ھذا ما صالح علیہ محمد رسول اللہ سہیل بن عمرو کہنے لگا۔
اگر ہم جانتے کہ آپ رسول اللہ ہیں تو ہم کیوں آپ سے لڑتے تم اسے مٹا دو حضرت
علی نے کہا واللہ میں اسے ہرگز نہیں مٹاؤنگا حضرت نے فرمایا یا علی ہمیں بتا دو
وہ کونسا مقام ہے حضرت علی نے بتا دیا اور اپنے ہاتھ سے اسے مٹا کر حضرت علی سے
فرمایا عنقریب تم سے بھی ایسا ہی معاملہ ہونیوالا ہے کہ تم بھی ایک معاہدہ میں
اسی طرح مجبور کئے جاؤ گے۔ چنانچہ جنگ صفین کے روز آنحضرت کی یہ پیشین گوئی
پوری ہو گئی جنکا ذکر ہم آگے چلکر کرینگے۔[1] صلح حدیبیہ میں ایکبات یہ بھی قرار پائی
تھی کہ قبائل عرب میں جو چاہیں قریش کا ساتھ دے اور جو چاہیں اسلام کے سایہ
امن میں آئے چنانچہ قبیلہ خزاعہ نے آنحضرت کا اور خاندان بنی بکر نے قریش کا

[1] دیکھو الخصائص امام نسائی

ساتھ دے اور جو چاہیں اسلام کے سایہ امن میں آئے چنانچہ قبیلہ خزاعہ نے آنحضرت
کا اور خاندان بنی بکر نے قریش کا ساتھ دیا ان دونوں قبیلوں میں مدت سے ان بن
تھی اور بہت سے معرکے ہو چکے تھے لڑائی کا سلسلہ جاری تھا کہ حدیبیہ کی صلح واقع
ہوئی اور معاہدہ کے روسے دونوں قبیلے لڑائی سے دست بردار ہو گئے۔ لیکن چند
ہی میں بنی بکر نے معاہدہ کا کچھ بھی خیال نہ کیا اور قریش نے بھی انکی اعانت کی یہانتک
کہ خزاعہ نے حرم میں جاکر پناہ لی مگر بنی بکر نے وہاں بھی انکا پیچھا کیا اور انکا زن و بچہ
قتل کرڈالا خزاعہ کے لوگوں نے آنحضرت سے استغاثہ کیا۔ اور حضرت نے خفیہ طور سے
چڑھائی کی تیاری شروع کردی اتنے میں عمرو بن صیفی بن ہشام بن عبدالمناف کی ایک
لونڈی طعینہ نام مکہ سے مدینہ میں آئی حضرت نے اس سے پوچھا کیا تو مسلمان ہوکر آئی ہے
کہنے لگی نہیں حضرت نے فرمایا پھر تو کیوں آئی ہے عرض کرنے لگی آپ میرے آقا ہیں
مجھے ایک سخت ضرورت پیش آئی ہے جس کے لئے یہاں آئی ہوں آپ مجھے کچھ عطا
کریں حضرت نے اسکو کپڑے بنوا دیئے اور چند درم و دینار عطا کئے۔ اور واپس جانے
کے لئے حکم دیا جب مدینہ سے رخصت ہوگئی تو حضرت نے فرمایا کہ ہمیں الہام ہوا ہے
کہ حاطب بن ابی بلتعہ نے مکہ والوں کیطرف ایک خط اس مضمون کا لکھا ہے کہ حضرت
تمہاری طرف آنیکا قصد رکھتے ہیں تم اپنا بچاؤ کرلو اور وہ خط طعینہ کو دیا ہے اور
دس دینار اس پہچانے کی بابت دیئے ہیں حضرت علی سے فرمایا تم مقداد اور زبیر
کو ساتھ لیکر جاؤ وہ ابھی روضہ میں ٹھیری ہوئی ہے اس سے حاطب کا خط جو
اس نے مشرکین مکہ کی طرف بھیجا ہے لیلو اگر نہ دے تو اس کو قتل کر دینا تینوں
صاحبوں نے اس کا پیچھا کیا اور اسی مقام پر جا لیا جہاں کا حضرت نے نشان دیا
تھا اس سے کہنے لگے حاطب کا خط کہاں ہے اس نے بحلف انکار کیا تینوں صاحبوں
نے تلاشی لی لیکن خط کا پتہ نہ ملا مقداد اور زبیر خط کے نہ ملنے سے مایوس ہوگئے
جناب امیر نے فرمایا واللہ آنحضرت نے ہم سے جھوٹ نہیں بیان فرمایا اور تلوار نکالکر
کھڑے ہوگئے کہ خط نکال ورنہ ہم تجھے قتل کرڈالینگے جب آپنے اسکے قتل کا مصمم ارادہ
کرلیا اور اس نے جناب علی کو دیکھا کہ اب بغیر قتل کئے مجھے نہیں چھوڑینگے تو چوٹی موباف
میں سے خط نکالکر حضرت علی کے حوالہ کیا۔ اور آنحضرت نے مکہ کی تیاری شروع

(واقعۂ حاطب)

کردی چنانچہ ۸ھ میں آنحضرت نہایت جاہ وجلال سے مکہ میں داخل ہو گئے اور حضرت علی کو بتوں کے توڑنے کا حکم دیا حضرت علی نے سقف کعبہ پر چڑھکر تمام بت توڑ ڈالے اسی سال ہوازن کی لڑائی جو غزوہ حنین کے نام سے مشہور ہے پیش آئی مسلمانوں نے پہلے حملہ میں ہوازن کی قوم کو بھگا دیا لیکن غنیمت کے لوٹنے میں مصروف ہوئے تو ہوازن نے حملہ کیا اور اسقدر تیر برسائے کہ بھاگڑ پڑ گئی اور بارہ ہزار آدمیوں سے چند صحابہ باقی رہ گئے حضرت علی ہوازن کی فوج پر حملہ کر رہے تھے کہ ادھر ہوازن کا ایک دستہ حضرت پر حملہ کرنے کے لئے بڑھ آیا چونکہ حضرت سے جناب علی بہت دور اور مصروف کارزار تھے حضرت نے عباس کو فرمایا تم جہیر الصوت اور بلند آواز ہو حضرت علی کو آواز دو کہ ادھر متوجہ ہوں چنانچہ حضرت عباس نے نہایت بلند آواز سے پکارا یا ذا الیوم فوراً یہ سنکر حضرت علی اس فوج کی طرف متوجہ ہوئے جو حضرت کی طرف بڑھ رہی تھی اور ایک ہی حملہ کے ساتھ اس کو تتر بتر کر دیا۔

بعد اسکے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالد ابن ولید کو یمن میں بھیجا تاکہ وہاں کے باشندوں کو اسلام کی طرف دعوت کرے وہ چھ مہینے تک دعوت اسلام کرتے رہے لیکن لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا پھر آنحضرت نے ان کی طرف جناب علی کو روانہ کیا جب آپ حدود یمن میں پہنچے تمام لوگ انکی خدمت میں مجتمع ہو گئے جناب علی نے ان کو اسلام کی طرف دعوت کی اسی روز تمام یمن کے لوگ مسلمان ہو گئے لیکن بنی زبید کے لوگ ویسے ہی کفر پر اڑے رہے اسلئے آنحضرت نے خالد ابن ولید کو لکھ بھیجا کہ تم ایک طرف سے اور دوسری طرف سے جناب علی حملہ کریں۔ جب تم بنی زبید کی بستی کے قریب مل جاؤ تو تم دونوں لشکروں پر حضرت علی فرمانروا ہو گئے اگر جدا رہو تو تم دونوں اپنے اپنے لشکر کے امیر سمجھے جاؤ گے حکم کے مطابق علیحدہ علیحدہ دونوں لشکروں نے بنی زبید پر حملہ کیا اور انکو جنگ میں پسپا کر کے انکے جورو بچے گرفتار کر لئے حضرت علی نے جب مال غنیمت تقسیم کیا تو خمس میں ایک لونڈی تھی۔ وہ حضرت علی کے حصہ میں آگئی حضرت علی نے اس سے صحبت کی چونکہ خالد ابن ولید کو پہلے ہی سے حضرت علی سے کسی قدر کاوش چلی آتی تھی۔ ادھر بریدۃ الاسلمی بھی حضرت علی کی سخت گیری سے شاکی تھا خالد کو بخیال اسبات کے کہ حضرت علی نے ایک دفعہ بولہب کی بیٹی

شادی کرنیکا ارادہ کیا تو آنحضرت کو ناگوار معلوم ہوا تھا شائد اب بھی ناگوار گذرے اس لئے بریدہ اسلمی کو ایک شکایتی عرض دیکر آنحضرت کے حضور میں اس خبر کی اطلاع دینے کے لئے روانہ کیا حضرت اسوقت حجۃ الوداع کے ارادے سے مکہ معظمہ کو تشریف لے جارہے تھے کہ راستہ میں بریدہ اسلمی نے حضرت کی خدمت میں پہنچکر جناب علی کی شکایت کی حضرت کا چہرۂ اقدس سُرخ ہو گیا اور بریدہ سے فرمایا اے بریدہ کیا تو علی سے عداوت رکھتا ہے بریدہ نے کہا مجھے تو خالد نے ایک خط دیکر حضور میں بھیجا ہے میں نے سرگذشت عرض کر دی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا ان علیاً ولیکم بعدی علی میرے بعد تمہارا ولی ہے۔ ادھر حضرت علی یمن سے بارادہ حج فوج لیکر روانہ ہوئے جب مکہ کے قریب پہنچے تو ایک شخص کو افسر مقرر فرماکر آپ پہلے سے حضرت کے حضور پہنچے جناب امیر کی تشریف لے جانے کے بعد اس شخص نے جناب امیر کے توشہ خانہ سے فوج کے ہر ایک آدمی کو کپڑے نکال دیئے جب فوج مکہ کے قریب پہنچی جناب امیرؑ انکے ملنے کے لئے آنحضرت سے پہلے تشریف لائے لوگوں کو توشہ خانہ کے کپڑے پہنے ہوئے دیکھکر اس سے استفسار کیا ان لوگوں نے یہ کپڑے کہاں سے پہنے ہیں۔ اس نے عرض کیا میں نے فوج کو کپڑے اس لئے پہنائے ہیں کہ مکہ کے لوگوں میں عزت کے ساتھ جائیں جناب علی نے فرمایا افسوس ہے حضرت کے حضور میں پہنچنے سے پہلے ان لوگوں سے کپڑے واپس کر کے توشہ خانہ میں رکھ لے اس شخص نے ویسا ہی کیا اور سب لوگوں سے کپڑے چھین کر توشہ خانہ میں واپس کر دیئے فوج کے لوگوں نے حضرت کے سامنے اس بات کی شکایت کی حضرت نے فرمایا اے لوگو علی کا شکوہ نہ کرو وہ خدا کی بات میں اور خدا کی راہ میں سخت ہے ابھی حضرت یہ فرمارہے تھے کہ باقی کے لوگوں نے جو پیچھے رہ گئے اگر آنحضرت کے روبرو شکایتوں کا پل باندھ دیا حضرت نے فرمایا علی کو بُرا نہ کہو خدا کی ذات میں دیوانہ ہے۔ بعض صحابہ کے متواتر شکایت کرنے سے آنحضرت کو معلوم ہو گیا کہ اکثر مسلمان حضرت علی سے خوش نہیں اس لئے آنحضرت نے حج کے بعد کسی صحابی کو انصراف کی رخصت عطا نہ کی اور مدینہ منورہ کو واپس ہوتے ہوئے غدیر خم پر مقام کیا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان میں ہے اس روز ذی الحجہ

کی تیرہویں تاریخ تھی لوگوں کو لشکر میں زمین میں ببول کے درختوں کے جھنڈ کے نیچے فروکش ہونے سے منع فرمایا جب لوگ اپنے اپنے مقام پر جا اترے حضور نے ان درختوں کے نیچے جھاڑو دلائی اور خس وخاشاک سے پاک اور صاف کرایا اور خود نماز ظہر کے لئے ان درختوں کے نیچے تشریف لائے۔ نماز کے بعد حضرت نے اونٹوں کے پالان کا ممبر بنوایا اور اس پر خطبہ پڑھنے کے لئے چڑھے اور فرمایا اے لوگوں میرے پروردگار نے اعلام کیا ہے کہ ہر ایک نبی اپنے پہلے نبی کی عمر سے نصف عمر پاتا چلا آیا ہے میں گمان کرتا ہوں کہ عنقریب میں خدا کی طرف بلایا جاؤنگا اور میں خدا کی دعوت کو قبول کرونگا۔ پس قیامت کے دن میں بھی پوچھونگا اور تم بھی پوچھے جاؤگے کہ آیا میں نے خدا کا پیغام تم کو پہنچا دیا ہے؟ پس تم کیا جواب دوگے۔ لوگوں نے عرض کیا ہم کہینگے کہ آپ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اور نہایت کوشش کی ہے اور نصیحت کا حق ادا کر دیا ہے خدا آپکو جزائے خیر عطا کرے آنحضرت نے ارشاد کیا کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ خدا کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور محمد صلعم اس کے رسول اور بندے ہیں جنت اور دوزخ حق ہے۔ مرنے کے بعد پھر جینا حق ہے سب نے عرض کیا ہاں ہم لوگ گواہی دیتے ہیں پھر حضرت نے فرمایا اے خدا گواہ رہیو! اسکے بعد ارشاد کیا کیا تم نہیں جانتے کہ میرا مولا خدا ہے اور میں تم لوگوں کے لئے تمہاری جان سے اولے ہوں پس جس کا مولا میں ہوں علی اس کا مولا ہے اور علی کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا۔ یہانتک کہ تمام قوم کے لوگوں نے انکو اچھی طرح سے دیکھا پھر دعا فرمائی۔

اے پروردگار دوست رکھیو اسے جو اسے دوست رکھے اور دشمن رکھیو اسے جو دشمن رکھے۔ آنحضرت جب مدینہ میں پہنچے تو چند دنوں کے بعد حضرت کی طبیعت علیل ہو گئی۔ اور ربیع الاول کا مہینہ آگیا اور حضرت کی وفات کا دن قریب آپہنچا آپ اس وقت حضرت عائشہ کے حجرے میں تھے کہ انتقال کا وقت آگیا فرمایا کہ میرے حبیب کو بلاؤ حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے حضرت ابوبکر کو بلایا جب وہ حاضر ہوئے تو آپ نے سر اٹھا کر ان کو دیکھا اور فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ میں نے حضرت حفصہ کو کہا تم اپنے والد عمر کو بلواؤ شاید آنحضرت ان کو

ملنا چاہتے ہیں بی بی حفصہ نے انکو بلایا جب وہ آئے تو آپ نے انکو دیکھ کر پھر بالین پر سر رکھدیا۔ اور فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ میں نے کہا حضرت علی کو بلاؤ آنحضرت سوا انکے اور کسی کو طلب نہیں فرماتے جب حضرت علی آئے تو آپ نے سر اٹھاکر دیکھا تو وہ کپڑا جو آپ اوڑھے ہوئے تھے آپنے اٹھایا اور علی کو اس میں لے لیا اور علی آنحضرت سے بغلگیر رہے جب تک کہ حضرت کا انتقال ہوگیا۔

حضرت علی نے آنحضرتؐ کو غسل دیا کیونکہ آنحضرت نے فرمایا ہوا تھا کہ تیرے سوا مجھے کوئی غسل نہیں دیگا۔ اور جو شخص ہم کو ننگا دیکھے گا اسکی آنکھیں جاتی رہینگی۔ حضرت علی نے انکو غسل دیا تو حضرت کی پلکوں میں غسل کا پانی جمع ہوگیا حضرت علی نے اپنی زبان سے اسے چاٹ لیا حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس روز سے میری قوت حافظہ کا یہ حال ہوگیا کہ کبھی کوئی بات مجھے نہیں بھولی۔ پھر حضرت علی نے آپ پر نماز جنازہ ادا کی اور قبر کھودی اور حضرت کو دفن کردیا۔

ادھر جب سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر خلیفہ قرار دیئے گئے اور لوگوں نے انکی بیعت کر لی تو حضرت علی کو نہایت تعجب ہوا کہ اتنی جلدی کیونکر بیعت ہوگئی اور مجھے کسی نے بھی اس امر کی اطلاع نہیں کی اور مجھ سے استمزاج نہیں کیا گیا حضرت اپنے گھر میں خاموش ہو کر بیٹھ گئے لیکن آپکے پھوپی زاد بھائی زبیر ابن العوام نے مع دیگر چند بنی ہاشم کے جمع ہوکر مشورہ کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن ادھر حضرت عمر کو خبر پہنچ گئی انکے ڈانٹنے سے لوگ متفرق ہوگئے لیکن اس میں شک نہیں کہ حضرت علی نے چھ ماہ تک حضرت ابوبکر سے بیعت نہیں کی جب تک حضرت فاطمہ کا انتقال ہوگیا۔

جمع قرآن

محمد ابن سیرین عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر سے لوگوں نے بیعت کر لی اور حضرت علی اپنے گھر میں بیٹھ رہے تو لوگوں نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ علی نے آپکی بیعت سے کراہت کی ہے حضرت ابوبکر نے ان سے کہلا

ؔ دیکھو دار قطنی ۲ ونشت یا شہ محمد ث دہلوی۔

بھیجا کہ کیا آپ نے میری بیعت سے کراہت کی ہے آپنے جواب دیا نہیں پھر حضرت ابو بکر نے پوچھ بھیجا کہ پھر آپکے گھر میں بیٹھ رہنے کی کیا وجہ ہے حضرت علی نے جواب دیا کہ میرے خیال میں آتا ہے کہ کتاب اللہ میں کچھ نہ کچھ کمی یا زیادتی ضرور کی جائیگی لہذا میرے دل میں آیا کہ میں اپنی ردا سوا نماز کے نہ اوڑھوں جب تک قرآن جمع نہ کروں حضرت ابو بکر نے کہا کہ آپ کی رائے بہت درست ہے۔ محمد ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے عکرمہ سے پوچھا کہ کیا صحابہ نے قرآن اسی طرح پر جمع کیا ہے۔ جس ترتیب سے نازل ہوا ہے عکرمہ نے کہا نہیں۔ محمد ابن سیرین کہتے ہیں کہ اگر حضرت علی کا جمع کیا ہوا قرآن دستیاب ہو جاتا تو لوگوں کو نہایت ہی فائدہ پہنچتا کیونکہ وہ علی ترتیب التنزیل تھا۔

آنحضرت کی وفات کے بعد حضرت نے خانہ نشینی اختیار کی اور مہمات ملکی یا مالی میں چنداں مداخلت نہیں دی البتہ اگر کوئی مقدمہ شیخین انکے سپرد کر دیتے تھے تو وہ اسکا فیصلہ کر دیا کرتے تھے یا کسی مشورت خاص کی غرض سے ان کو بلا بھیجا کرتے تھے حضرت ابو بکر نے فدک کی نگرانی انکے سپرد کر دی تھی وہ اسکی نگرانی کیا کرتے تھے اور اسکے سوا حوالی مدینہ میں کچھ زمین آپنے لی ہوئی تھی اس میں کھیت بویا کرتے تھے۔ اور آنحضرت کے عہد مبارک میں مزدوری کیا کرتے تھے اور حوالی مدینہ میں یہودیوں کے نخلستان میں آبپاشی کرتے تھے اس مزدوری سے آنحضرت اور اپنے اہل بیت کے خورد و نوش کا سامان مہیا کیا کرتے تھے۔ حضرت عثمان کی خلافت کے آخری زمانہ تک آپ کا یہی حال رہا۔ جب حضرت عثمان شہید ہو گئے تو ۳۵ھ ہجری میں ۱۸ تاریخ ذی الحجہ کو آپ خلیفہ مقرر ہوئے جس کا مفصل ذکر اس طرح پر ہے کہ حضرت عثمان کے مقتول ہونے پر جب پانچ دن تک مصریوں نے مدینہ میں غوغا برپا رکھا تھا جس کا سرغنہ موقفی بن حرب العکی تھا۔ صحابہ کرام بیعت کے لئے حضرت امیر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ لوگوں کو امام بغیر چارہ نہیں آپنے اُنسے فرمایا تمہارے حالات میں مجھے دخل دینے کی ضرورت نہیں جسے چاہو اختیار کر لو میں راضی ہوں لوگوں نے کہا آپ کے سوا ہم کسی کو خلیفہ نہیں بناتے اور

تاہم آپ سے زیادہ خلافت کے لئے کسی کو حقدار سمجھتے ہیں آپنے فرمایا اگر ایسی ہی خواہش ہے تو میری بیعت خفیہ طور سے نہیں ہو سکتی بعض کہتے ہیں انکی یہ باتیں آپکے گھر میں ہوئیں تھیں بعض کہتے ہیں بنی معقد رکے باغ میں ہوئی تھیں آپ مسجد میں تشریف لے گئے لوگ بیعت کرنے کے لئے جمع ہو گئے سب سے اول طلحہ بن عبیداللہ نے بیعت کی ان کا ہاتھ احد کی لڑائی میں کٹ چکا تھا حبیب ابن صعیب نے طلحہ کو بیعت کرتے ہوئے دیکھکر کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ پہلے ہی ٹوٹے ہوئے ہاتھ بیعت کی ہے یہ بیعت پوری ہوتی ہوئی نظر نہیں آتی ان کے بعد زبیر ابن العوام نے غرضکہ حضرت عثمان کے چند رشتہ داروں کے سوا سب مہاجر اور انصار آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے جن لوگوں نے ایسی بیعت نہیں کی انکے نام یہ ہیں (۱) بشیر ابن النعمان (۲) رافع بن خدیج (۳) فضالہ بن عبید (۴) کعب ابن عجرہ (۵) صعیب ابن حسان (۶) اسامہ بن زید (۷) عبداللہ بن عمر (۸) سعد ابن ابی وقاس۔ نعمان ابن بشیر حضرت عثمان ابن عفان کا خون بھرا کرتہ جس میں کہ انکی بی بی نائلہ کی ترشی ہوئی انگلیاں ٹکی تھیں جو حضرت عثمان کے قتل کے وقت ان کی بی بی نے اپنے ہاتھ بڑھا کر قتل کی شمشیر کو انکے روکنا چاہا تھا اور کٹ گئی تھیں اپنے ساتھ لیکر شام کے عامل معاویہ کے پاس چلا گیا۔ طلحہ و زبیر کو بوجہ قدیمی محبت کے یہ خیال تھا کہ حضرت علی ضرور کسی نہ کسی عمل پر ان دونوں صاحبوں کو مقرر کر دینگے لیکن حضرت علی کے انکے خیال کے برخلاف انکے بعض دشمنوں کو اپنے عمال مقرر کیا اسبات پر طلحہ و زبیر بھی بیعت سے کنارہ کش ہو کر مکہ معظمہ میں چلے گئے جناب علی نے تمام شہروں کی طرف اپنے عمال روانہ کئے اور حضرت عثمان کے عمال واپس بلا لئے۔ عامل شام معاویہ کی طرف لکھا کہ اگرچہ عثمان صاحب قرابت اور حقدار تھے میں بھی تو قرابت اور صاحب حق ہوں۔ خدا تعالٰے نے مہاجریں اور انصار کے مشورہ سے لوگوں کی حکومت میرے گلے ڈالی ہے اور دوسرے لوگوں نے بھی انہیں کی رائے کی پیروی کی ہے جو کچھ انکو بھلا معلوم ہوا اس پر انہوں نے عمل کیا اور جس بات سے انکو کراہت معلوم ہوئی اسکو چھوڑ دیا تم بہت جلد

میرے پاس چلے آؤ میں نے تمام عاملوں کی طرف لکھ بھیجا ہے کہ میرا عہد انکے ساتھ
ہرگز نہیں ہے۔ جو بات میرے گلے پڑی ہے۔ میں بھی انکے گلے میں ڈالنا چاہتا
ہوں سبھی مجھے ہرگز اس میں چارہ نہیں تم میرا خط دیکھتے ہی اپنے چند شریف دوستوں
کے ساتھ میرے پاس چلے آؤ۔ جس وقت آپ اس خط کو لکھکر فارغ ہوسئے۔
تو مغیرہ ابن شعبہ جو اسوقت کے عقلائے زمانہ سے تسلیم کیا جاتا ہے۔ ملنے کو آیا۔
اور کہنے لگا یا امیرالمومنین یہ خط کیسا ہے آپنے فرمایا میں نے معاویہ کو لکھا ہے
اور اسکو اپنے پاس بلایا ہے۔ مغیرہ نے معترض کیا معاویہ کے سوا آپ سے
کوئی بگڑ نہیں سکتا اسکے قبضہ میں شام کا ملک ہے۔ وہ حضرت عثمان کا ابن عم
اور انکا عامل ہے اسکی حکومت شام میں راسخ ہو چکی وہ حضرت کے زمانہ سے
وہاں پر بندوبست کر رہا ہے۔ آپ سردست اس سے کسی ایسے عہد کی
بابت تعرض نہ کریں جناب علی نے فرمایا مجھے اس بات سے خدا تعالےٰ کا حکم
روکتا ہے کہ تو گمراہ کرنے والوں کو اپنا دوست مت بنا مجھے خدا کی قسم ہے۔ پروردگار
مجھکو ہرگز مددگار بنتا ہوا نہیں دیکھیگا۔ بلکہ جس امر پر کہ میں ہوں اسکی طرف
میں اسکو بھی کھینچونگا اگر اس نے مان لیا تو نہیں ورنہ خدا کے پاس میرا اور اسکا
انصاف ہوگا۔ مغیرہ آپکے پاس سے اُٹھا۔ اور کہنے لگا آج آپ توقف فرمائیں۔
اور کل تک صبر کریں میں کل آپکے پاس آؤنگا۔ پھر دیکھا جائیگا دوسرے روز
مغیرہ نے آکر کہا یا امیرالمومنین جو کچھ میں نے عرض کیا تھا آپ نے اسے نہیں
مانا تھا جب میں رات کو سونے کے لئے لیٹا تو خیال کیا آپ ہی کی رائے ٹھیک
ہے۔ آپ نے جو کچھ لکھا ہے معاویہ کی طرف روانہ کریں۔ اگر وہ آپ کے پاس
چلا آئے۔ تو بہتر ورنہ آپ اسکو معزول کر دیں۔ آپ نے فرمایا۔ انشاءاللہ میں ایسا
ہی کرونگا۔ یہ کہکر مغیرہ آپکے پاس سے اُٹھکر چلا گیا ابن عباس نے حضرت کی
خدمت میں آکر عرض کیا مغیرہ جناب سے کیا کہتا تھا۔ آپ نے فرمایا مغیرہ کل میرے
پاس آیا تھا۔ کہنے لگا۔ آپ حضرت عثمان کے عمال معاویہ اور عمرو بن العاص کو
عہدے سے معزول نہ کریں جب تک لوگوں کی شورش فرو نہ ہو جائے بعد ازاں
ان میں سے جسے چاہیں معزول کر دیں میں نے اس سے انکار کیا اور یہ کہا کہ میں

دین کے امر میں ہرگز سستی کرنا نہیں چاہتا آج آکر کہنے لگا۔ آپ جسکو چاہیں معزول کریں مگر معاویہ کو برقرار رہنے دیں کیونکہ شام کے لوگ اسکے مطیع ہیں اور اسکے کہنے پر عمل کرتے ہیں۔ اور وہ صاحب جرات بھی ہے۔ اور اسکے قائم رکھنے میں آپکے لئے ایک ایک قوی حجت بھی ہے۔ کہ عمر رضی اللہ کے زمانہ سے شام کی حکومت پر چلا آتا ہے۔ مینے کہا خدا کی قسم وہ لوگ دو دن بھی اس کی مدد نہیں کر سکتے۔ مغیرہ میرے پاس سے اٹھکر چلا گیا ہے مجھے معلوم تھا۔ کہ وہ اپنے ذہن میں ضرور خیال کرتا ہے۔ کہ میری رائے ٹھیک نہیں۔ اب پھر لوٹ کر آیا تھا۔ اور میری رائے سے اتفاق کر گیا ہے۔ کہ اس کا معزول کرنا شوکت کے قریب ہے۔ اللہ تعالے نے آپکے لئے کفایت کرنے والا ہے۔ ابن عباس نے عرض کیا پہلی مرتبہ اس نے جناب سے بطور نصیحت کہا تھا۔ اور اب دھوکا دیگیا ہے۔ حضرت علی نے فرمایا کہ اسنے پہلے کیونکر نصیحت کی تھی۔ ابن عباس نے کہا۔ معاویہ اور اس کے دوست اہل دنیا ہیں۔ جب آپ انکو اسکے عمل پر قائم رہنے دینگے۔ تو وہ آپکے حال کے معترض نہیں ہونگے۔ اور جب آپ انکو معزول کرینگے۔ تو ضرور وہ یہ کہینگے۔ کہ حضرت علی نے ہمارے خلیفہ کو قتل کیا ہے۔ اور بغیر حق کے خلافت حاصل کر لی ہے۔ اور تمام شام کے لوگوں کو آپ کی طرف سے بدظن کر دینگے۔ اس کے سوا میں طلحہ اور زبیر کی طرف سے بھی مطمئن نہیں کہ وہ بھی آپ سے بگڑ گئے ہیں۔ امیر مشورہ بھی یہی ہے۔ کہ آپ معاویہ کو معزول نہ کریں جب وہ بعیت کرلے تو آپ اسکو اس کی جگہ سے اکھاڑ سکتے ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا میں تلوار کے سوا اور کسی چیز سے اسے جواب نہیں دونگا۔ ابن عباس نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین آپ بہادر مرد رہیں۔ لیکن معاملات میں آپ کی رائے ٹھیک نہیں ہے۔ اگر آپ میرا کہنا مانیں تو میں انکے آنے کے بعد ان سے آپ کی حسب رضا ایسا معاملہ کرونگا۔ کہ وہ پیچھے پھر کر نہ دیکھ سکیں اور آپ پر بھی کوئی الزام عاید نہ ہوگا حضرت علی نے جواب دیا۔ ابن عباس میں تیرے اور ابن ابی سفیان کے بھروسے پر حکومت نہیں کرتا۔ اتنے میں حضرت حسن بھی آگئے ابن عباس نے انکے مواجہ میں کہا اب آپ میری دوسری بات مانیں اور دروازہ بند کرکے

اپنے گھر میں بیٹھے رہیں عرب کے تمام لوگ دوڑ دھوپ کرینگے۔ آپ کے سوا کسی کو خلافت کا حقدار نہیں پائینگے تو آپ کو تلاش کرینگے حضرت حسن نے عرض کیا ورنہ حضرت عثمان کا خون آپکے سر منڈھا جائیگا۔ آپنے انکار کیا۔ اور ابن عباس سے فرمایا۔ تم میرا خط لیکر شام کو چلے جاؤ میں تمکو وہاں کا حاکم کرتا ہوں ابن عباس نے کہا میرے نزدیک یہ رائے بھی ٹھیک نہیں۔ معاویہ بھی امیدمیں سے ہے اور عثمان کا ابن عم اور عامل ہے۔ میں ہرگز مطمئن نہیں سو وہ عثمان کے بدلے میری گردن ماریگا۔ اور اگر اس سے زیادہ میرے حق میں احسان کریگا تو مجھے قید کرلیگا۔ آپ کی قرابت کی وجہ سے ضرور مجھ پر تشدد کریگا جب اس نے مجھ پر ہاتھ ڈالا۔ تو گویا آپ پر ہاتھ ڈالا۔ آپ اپنے خط کو کسی دوسرے کے ہاتھ اُسکے پاس بھیجدیں۔ اور اُسے یہاں بلائیں دیکھئے وہ کیا جواب دیتا ہے۔ حضرت علی نے سبرۃ الجہنی کو خط دیکر معاویہ کے پاس بھیجا۔ جب معاویہ کو اسنے خط دیا۔ تو معاویہ نے پھر تین مہینے تک اس کا جواب نہ دیا۔ جب حضرت عثمان کی شہادت کو پورے تین مہینے کا عرصہ گذر چکا تو ماہ صفر کے آخری دنوں میں معاویہ نے بنی عبس کا ایک آدمی بلایا۔ اور اسکو ایک سادہ خط دیکر کہا کہ تو مدینہ میں دن کو داخل ہوجیو؟ اور لوگوں کے سامنے یہ طومار جناب امیر کو دیدینا اسنے مدینہ پہنچکر جناب کو وہ طومار دیدیا آپ نے جب اسکو کھولا۔ تو بالکل سادہ پایا۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ شام کے باشندوں کا کیا حال ہے قاصد نے عرض کیا میں اپنے پیچھے ایک ایسی قوم چھوڑ آیا ہوں۔ جو یہ کہتے تھے یہ قصاص کے بغیر کسی طرح راضی نہیں ہیں ساٹھ ہزار آدمیوں کو حضرت عثمان کے قمیص کے نیچے روتے ہوئے چھوڑتا ہے۔ وہ قمیص دمشق کی مسجد کے منبر پر رکھا ہوا ہے۔ اس میں حضرت عثمان کی بیوی نائلہ کی انگلیاں ٹنکی ہوئی ہیں جناب امیر نے فرمایا کیا وہ مجھ سے عثمان کے خون کے طلبگار ہیں۔ عثمان کے قاتلوں کو خدا خوار کرے۔ خدا جس امر کا ارادہ کرتا ہے۔ اسکو اس حد تک پہنچا دیتا ہے جناب امیر علیہ السلام نے اہل شام کے ساتھ جنگ کرنیکا تہیہ کیا اور محمد ابن حنیفہ کو علم دیا اور عبداللہ ابن عباس کو میمنہ کی فوج اور عمر ابن سلمہ کو میسرہ اور

بایلیلے عامر بن الجراح کو لشکر کا مقدمہ سپرد کیا قثم ابن عباس کو اپنے عقب میں مدینہ کا حاکم بنایا اور عراق میں حضرت عثمان کے عامل قیس ابن مسعود کو اور کوفہ میں موسئے شعری کو لکھ بھیجا۔ کہ اہل شام کی لڑائی پر لوگوں کو آمادہ کریں اور اہل مدینہ سے فرمایا خدا تعالے کی حجت پورا کرنے میں تمہارے امیر کو ہر طرحسے عصمت حاصل ہے تم اس کی اطاعت کرو۔ اور اپنے دل کو غم وغصہ سے بری رکھو اور سرکش نہ ہو۔ شائید پروردگار تمہاری پریشانی کو دور کردے اور جمعیت عطا کرے یہ کہکر جناب امیر نے لشکر شام کی طرف لیجانیکا ارادہ کیا۔ اتنے میں طلحہ وزبیر اور ام المومنین عائشہ کے برخلاف ہوجانیکی خبر ملی۔ اور معلوم ہؤا کہ وہ بصرے کی طرف جانا چاہتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ جب طلحہ اور زبیر مدینہ سے مکہ میں آئے تو جناب ام المومنین حج کے لئے مکہ میں فروکش تھیں۔ انہوں نے پوچھا مدینہ میں کیا ہو رہا ہے طلحہ وزبیر نے عرض کیا ہم دونوں غوغا کیوجہ سے بھاگ آئے ہیں۔ وہاں کے لوگ نہ حق کو پہنچانتے ہیں اور نہ باطل سے پرہیز کرتے ہیں۔ ام المومنین نے کہا۔ اس غوغا کی خبر کرنے کے لئے ہمکو انپر چڑھائی کرنی چاہئیں۔ طلحہ وزبیر نے کہا کیا ہم شام کو چلے جائیں اور وہاں سے مدد لائیں یہ تو ہم سے نہیں ہوسکتا۔ کہ معاویہ سے جاملیں۔ ابو عامر ان دنوں بصرہ سے مکہ میں آیا ہوا ہے کہنے لگا تم کو شام میں جانیکی ضرورت نہیں بصرہ میں چلے چلو۔ میرا وہاں پورا رسوخ ہے اور طلحہ پر وہ لوگ نہایت گردیدہ بھی ہیں۔ اس لئے بصرے کی طرف جانیکا ارادہ پختہ ہوگیا۔ اور جناب ام المومنین عائشہ بھی بصرے میں جانے پر آمادہ ہوگئیں۔ اور ام المومنین نے حفصہ کو بھی ساتھ لیجانا چاہا۔ مگر عبداللہ ابن عمر نے انکو روک لیا۔ یعنے ابن مرہ عامل بصرہ نے ایک ہزار درہم اور سات سو اونٹ انکے پیش کش کئے۔ اور مکہ میں منادی کرادی کہ ام المومنین عائشہ اور طلحہ وزبیر بصرہ کو جانے والے ہیں۔ جو شخص دین کی عزت کے لئے لڑنا اور حضرت عثمان کے خون کا بدلہ لینا چاہتا ہے اور اسکے پاس سامان اور سواری نہ ہو وہ ہمارے پاس آجائے۔ چھ سو شتر سوار اور ایک ہزار پیادہ باشندگان مکہ اور مدینہ اُنکے ساتھ ہو لئے۔

انکے سوار اور بھی لوگ انکے ہمراہ ہو گئے جن کی تعداد ہزار کے قریب اسوقت پہنچ گئی - یعلے بن منیہ سے جناب ام المومنین کیلئے ایک اونٹ جسکا نام عسکری تھا - وہ دو سو دینار کے بدلے خرید ا کیا تھا - جب طلحہ و زبیر مکہ سے برامد ہوئے تو ام الفضل حضرت عباس کی بیوی نے جہینہ کے بدوؤں میں سے ایک تیز رو آدمی اجرت دیکر حضرت امیر کی خدمت میں اس امر کی اطلاع دہی کے لئے روانہ کیا - ادھر ربیع الاول ۳۵ سنہ ہجری کی آخری تاریخوں میں جناب امیر اپنا لشکر لیکر شام کے قصد پر مدینہ سے باہر نکلے تھے کہ ام الفضل کے قاصد نے پہنچکر خبر دی کہ طلحہ و زبیر اور ام المومنین عائشہ مکہ سے بصرہ کو چلے گئے ہیں - جب آپکو یہ خبر کی اکابر اہل مدینہ کو بلا کر آپ نے انکے سامنے خطبہ پڑھا - کہ کسی بات کا انجام بخیر نہیں ہوتا - جب تک شخص اُسکی درستی نہ کرے - پس تم خدا کی مدد کرو - خدا تمہاری مدد کریگا - تمہارے سب کام اچھے ہو جائینگے طلحہ و زبیر نے بیعت چیت کرکے بصرے کا ارادہ کیا ہے چاہیئے کہ شام سے اعراض کرکے بصرے میں انکے پہنچنے سے پہلے راستے میں انکو جالیں - اور انکو واپس کرلائیں - جب آپ زندہ میں پہنچے - تو خبر ملی - کہ طلحہ و زبیر کی فوج بصرہ کے میدان سے بڑھ گئی ہے - زندہ میں پہنچکر حضرت نے طلحہ اور زبیر کی طرف خط لکھا - کہ تم بخوبی جانتے ہو کہ جبتک تم لوگوں نے میری بیعت کا ارادہ نہیں کیا میںنے بھی خلافت کا قصد نہیں کیا تم دونوں نے کسی کے رعب میں آکر بیعت نہیں کی - اے زبیر تو تو شہسوار قریش ہے - اور اے طلحہ تو شیخ مہاجرین ہے - قبل اسکے کہ تم اس بات میں پڑتے تم اس کا چھوڑ دینا زیبا تھا - عثمان کے بیٹے موجود ہیں - اور وہ عثمان کے ولی ہیں اسکے خون کا مطالبہ کرسکتے ہیں - تم دونوں مہاجرین میں سے ہو تم اپنی والدہ کو گھر سے باہر کھینچ لائے ہو - جس میں کہ خدا نے اسے قرار سے بیٹھے رہنے کا حکم دیا ہے - اور جناب ام المومنین کی طرف بھی ایک خط لکھکر روانہ کیا - کہ آپ کو بھی اپنے گھر سے اس امر کی طلب کے لئے برآمد ہونا زیبا نہ تھا - اسپر آپ کا خیال ہے کہ صلاح بین الناس کے سوا آپ کی اور کوئی مراد نہیں بھلا آپ یہ تو بیان کریں کہ عورتوں کو لشکر کشی سے کیا مطلب ہے آپ اپنے زعم میں عثمان کے

خون کا مطالبہ کرتی ہیں۔ عثمان بنی امیہ میں سے تھے۔ آپ بنی تمیم میں سے ہیں جس نے آپ کو اس امر پر انگیختہ کر کے گھر سے باہر نکالا ہے۔ اس نے خدا کا بھاری گناہ کیا ہے۔ آپ خدا سے ڈریں۔ اور اپنے گھر کو واپس ہو جائیں۔ اسکے بعد حضرت علی نے محمد ابن ابی بکر اور محمد ابن جعفر کو اہل کوفہ کی طرف خط دیکر روانہ کیا اور اس میں تحریر کیا کہ مینے تم کو تمام شہروں کے باشندوں میں سے انتخاب کیا ہے۔ اور جو امر کہ اسوقت حادث ہوا ہے اسکے لئے مینے تمہاری طرف توجہ کی ہے۔ پس تم خدا کے دین کے اعوان بنو اور ہمارے ساتھ آمادہ ہو جاؤ شاید کہ اس امت میں پھر اصلاح اور کر آئے۔ عود ہم لوگ ایک دوسرے کے بھائی بن جائیں۔ جب یہ دونو محمد کوفہ میں پہنچے۔ اور ابو موسے کو خط دیا انہوں نے پڑھکر اسوقت تو کوئی جواب نہ دیا۔ دوسرے روز ابو موسے نے منبر پر چڑھکر بیان کیا۔ کہ دو امر ہیں۔ ایک آخرت کے واسطے گھر میں بیٹھے رہنا اور دوسرا دنیا کیلئے گھر سے باہر نکلنا جو ان دونوں میں آسان سمجھو۔ اختیار کرو۔ اس گفتگو کی وجہ سے دونوں محمدوں کے ساتھ کوئی چلنے پر آمادہ نہ ہوا۔ اور وہ دونوں غصہ میں آکر ابو موسے کو سخت سست کہنے لگے۔ ابو موسے نے جوابدیا۔ ابھی تک عثمان کی بیعت میرے اور تمہارے آقا کے گلے میں پڑی ہوئی ہے۔ اگر لڑائی سے چارہ نہیں تو جب تک قاتلوں سے جہاں کہیں کہ ہوں۔ فراغت حاصل نہ ہو جائے کوئی لڑا نہیں سکتا۔ دونوں محمد وہاں سے بے نیل مرام واپس آئے اپنے اشتر سے فرمایا۔ تو ہماری طرف سے ابو موسے کے پاس جا اور اسکی بات پر اعتراض وارد کر تیری رائے کے سوا ابو موسے کوفہ کے عمل پر نہیں رہ سکتا۔ جناب حسن کو بھی اپنے ساتھ لیجا۔ اور اس فساد کی جہانتک ہو سکے۔ اصلاح کر۔ حضرت حسن اور اشتر ایسے وقت میں کوفہ کے درمیان پہنچے۔ کہ لوگ اسوقت مسجد میں جمع تھے۔ اور ابو موسے انہیں خطبہ سنا رہا تھا۔ کہ جناب رسول خدا کے اصحاب وہی ہیں جو شرفیاب صحبت ہوئے ہیں پس وہی لوگ ان لوگوں سے جن کو شرف صحبت حاصل نہیں ہوا۔ خدا اور رسول خدا کا زیادہ علم رکھنے والے ہیں تم کو نصیحت کرنا ہمارا فرض ہے۔ یہ فتنہ سخت ہے مینے آنحضرت کو فرماتے ہوئے

سنا ہے کہ عنقریب ایک فتنہ پیدا ہونیوالا ہے۔ کہ بیٹھا ہوا کھڑے سے اور کھڑا چلنے والے سے اور چلنے والا سوار سے بہتر ہوگا۔ خدا نے ہم کو ایک سر کے بھائی بنایا ہے۔ اور ہمارا خون اور مال ایک دوسرے پر حرام کیا ہے حضرت حسن نے کھڑے ہوکر ابوموسےٰ سے فرمایا۔ اے بوڑھے تیری ماں مرے ہمارے عمل سے علیحدہ ہو۔ جناب حسن نے منبر پر چڑھکر خطبہ ارشاد کیا اے لوگو اپنے امیر کی دعوت مانو اور اپنے بھائیوں کی طرف دوڑو۔ امیرالمومنین فرماتے ہیں میں اُن دو باتوں میں سے ایک راہ پر نکلا ہوں۔ یا ظالم ہوں۔ یا مظلوم اگر مظلوم ہوں۔ تو جو شخص میری مدد کریگا خدا تعالےٰ سے مدد پائیگا۔ اور اگر ظالم ہوں۔ تو خدا مجھے پکڑیگا۔ خدا کی قسم ہے۔ طلحہ وزبیر وہ ہیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے مجھ سے بیعت کی ہے۔ اور وہی سب سے پہلے لڑائی کے لئے نکلے ہیں آیا میں نے کسی کے مال میں ہاتھ ڈالا ہے خدا کے حکم کو بدلا ہے۔ پس تم جلدی کرو۔ اور اچھی بات کو مانو اور بری بات سے بچو۔ عمار۔ ابن یاسر نے بھی یہی گفتگو کی۔ اور کہا کہ ام المومنین عائشہ بھو کوئی ہیں خدا کی قسم وہ دنیا و آخرت میں تمہارے بنی صلے اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں۔ خدا نے اسوقت تمکو امتحان میں ڈالا ہے۔ کہ تم علی کی اطاعت کرتے ہو۔ یا ام المومنین کی اور اشتر نے ہر ایک قبیلہ میں دعوت شروع کردی۔ ہند بن عمرو نے کھڑے ہوکر اپنی قوم سے کہا امیرالمومنین نے ہم کو بلایا ہے۔ اور اپنے فرزند ارجمند کو بھیجا ہے تم کو انکی بات پذیرا کرنی چاہیئے۔ اور انکے حکم کو ماننا چاہیئے۔ اور اپنی رائے سے مدد دینا واجب ہے۔ ہم انکے ساتھ جلد چلو۔ حجر ابن عدی نے کہا اے لوگو تم جس حالت میں ہو امیرالمومنین کی دعوت قبول کرو تمہیں سب سے اول میں بجاآوری کا فرمان پذیر ہوں۔ حضرت حسن نے فرمایا ہم روانہ ہوتے ہیں۔ جو شخص خشکی کے راستہ سے آنا چاہتا ہے۔ وہ ہمارے ساتھ چلے اور جو دریا کی راہ سے ہمارے پاس پہنچنا چاہتا ہے۔ اسکو اختیار ہے۔ تو ہزار آدمی کے قریب انکے ہمراہ ہوئے۔ اور دو ہزار آٹھ سو ذی قار میں دریا کے راستہ سے حضرت امیر کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت امیر نے عبداللہ بن عباس اور دیگر جلیل القدر صحابہ کو انکی پیشوائی کے لئے بھیجا جب وہ حاضر ہوگئے

تو فرمایا۔ اے کوفہ والو تم نے بادشاہوں کو قتل کیا ہے۔ اور آپ کی جمعیت کو متفرق کر دیا ہے۔ انکی میراثیں چھین لی ہیں جبھی تمکو اسلئے بلایا ہے۔ کہ تم ہمارے اور ہمارے اہل بصرہ کے بھائی بندوں کے درمیان گواہ بنے رہو۔ اگر وہ واپس آئیں۔ تو یہی ہماری مراد اگر وہ ضد کریں تو ہم ان سے بعدالمیش آئینگے۔ یہانتک کہ وہ ہمپر ظلم شروع کرینگے۔ میں رفع فساد کے لئے کوئی اصلاح کی بات باقی نہیں چھوڑونگا۔ پھر امیر المومنین نے تعقاع رضی اللہ کو بلایا اور اہل بصرہ کے پاس روانہ کیا۔ اور فرمایا۔ کہ تم طلحہ و زبیر کو خدا کا خوف دلاؤ۔ اور ان دونو کو الفت اور اجتماع کی طرف دعوت کرو۔ اور فرقت اور مباینت کی برائی جتلاؤ تعقاع بصرے میں پہنچے۔ اول جناب ام المومنین کی خدمت میں گئے۔ اور سلام کے بعد عرض کیا اے مادر مہربان اس شہر میں آپ کی تشریف آوری کا کیا باعث ہے۔ جناب ام المومنین نے فرمایا۔ میرا آنا صرف لوگوں میں اصلاح قائم کرنے کی غرض سے ہوا ہے۔ تعقاع نے کہا۔ آپ طلحہ و زبیر کو بلائیں۔ تاکہ میں آپکے مواجہ میں ان سے گفتگو کروں۔ ام المومنین نے انکو بلا بھیجا جب وہ خدمت میں آئے۔ تو تعقاع نے انسے کہا۔ میں نے جناب ام المومنین سے تشریف آوری کا سبب دریافت کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا ہے۔ کہ میرا آنا صرف لوگوں میں اصلاح پیدا کرنے کے لئے ہوا ہے۔ آپ دونوں صاحب بیان فرمائیں۔ اس بات میں متفق ہیں۔ یا نہیں دونوں صاحبوں نے فرمایا۔ ہم متفق ہیں۔ تعقاع نے کہا۔ اب آپ بیان کریں۔ کہ اصلاح کی کیا صورت ہے خدا کی قسم ہے۔ اگر تم نے انکو ہمیں جتا دیا۔ تو ہم سمجھ جائینگے۔ کہ آپ کی منشاء محض خیر اور خوبی ہے۔ کہ اسوقت یہ بھڑکتی ہوئی آگ بجھا دی جائے۔ تاکہ مسلمانوں کا خون زمین پر نہ گرے اسکے سوا اور کوئی صلاح نہیں اگر تم نے انکار کیا۔ تو کام بگڑ جائیگا۔ اور اس سے اعراض کرنا شر اور مال تلف ہو جانیکا باعث ہوگا۔ تم لوگوں کو عافیت پہنچاؤ۔ خدا تمہیں عافیت پہنچائیگا۔ تم نیکی کی کنجیاں بنو۔ اور بلا کو مت چھیڑو تاکہ تمہیں اور ہمیں آپس میں نہ لڑا دے۔ دونوں صاحب کہنے لگے۔ تم نے ٹھیک کہا ہے۔ اگر یہ معاملہ آپ جیسے شخص کی رائے پر چل نکلا۔ تو درست ہو جائیگا۔ تعقاع وہاں سے

واپس چلے آئے۔ اور جناب امیر سے عرض کیا آپ بہت خوش ہوئے تمام لوگ صلح پر مطلع ہو گئے۔ جسکو بڑا معلوم ہوتا تھا۔ بُرا معلوم ہوا اور جس کو خوش ہونا تھا۔ خوش ہو گیا۔ تمام عرب کے قاصد بصرے سے حضرت امیر کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ تاکہ اپنے اہل کوفہ کے بھائیوں کی رائے سے واقفیت حاصل کریں۔ کوفہ والوں نے بھی ان سے بیان کیا۔ کہ صلح کے سوا ہمارا اور کوئی دوسرا خیال نہیں۔ پھر جناب امیر خطبہ کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا میں کل یہاں سے کوچ کرنے والا ہوں۔ جس نے کہ عثمان کے قتل پر اعانت کی ہو وہ ہمارے ساتھ نہ چلے۔ ذی قار میں حضرت عثمان کے قاتلوں میں سے دو ہزار آدمی حضرت علی کے لشکر میں موجود تھے۔ رات کو باہم مشورت کرنے لگے۔ ان کا رئیس عبداللہ بن سبا جو ابن السوداء کے نام سے مشہور ہے۔ ان سے کہنے لگا۔ تمہاری عزت اسی میں ہے۔ کہ تم لوگوں میں ملے رہو۔ اور حضرت علی کے لشکر کا ساتھ نہ چھوڑو جب صبح ہو۔ تو تم لوگوں میں ملکے لڑنے لگ جاؤ۔ جو لوگ تمہارے ساتھ ہونگے۔ وہ بھی ناچار لڑنے لگ جائینگے۔ جب جنگ چھڑ جائے تو تم تماشا دیکھنا کیا ہوتا ہے صبح کو جناب امیر قبیلہ بن عبدالقیس کے پاس جا اُترے۔ اور وہاں سے بصرہ کا ارادہ کیا۔ اعور بن سنان المنقری حضرت علی کی خدمت میں کہنے لگا۔ یا امیرالمومنین آپ بصرے کی طرف کیوں تشریف لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا لوگوں میں اصلاح قائم کرنے کے لئے اور اس بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلے بجھانے کے واسطے خداوند پروردگار اس امت کے تفرقے کو میری وجہ سے دور کر دے۔ اور جمعیت عطا فرمائے اور یہ لوگ لڑائی ترک کر دیں۔ اعور بن سنان نے کہا۔ اگر ان لوگوں نے ہمارا کہنا نہ مانا۔ آپ نے فرمایا ہم ان کا پیچھا چھوڑ دینگے۔ وہ کہنے لگا۔ اگر انہوں نے ہمیں نہ چھوڑا۔ آپ نے فرمایا ہم زور سے ان سے اپنا پیچھا چھڑا لینگے۔ اسکا بیٹا اٹھکر عرض کرنے لگا۔ یا امیرالمومنین آپ اس قوم کے ساتھ جنگ کی تاخیر میں کوئی حجت مدنظر رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں جب کسی شے میں کچھ حکم نہ پایا جائے۔ تو اس امر پر حکم لگایا جاتا ہے۔ جو احتیاط کے قریب ہو اور جس میں نفع عام ہو وہ کہنے لگا۔ پھر ہما۔

اور ان کا کیا حال ہونے والا ہے۔ آپ نے فرمایا میں امید کرتا ہوں۔ کہ جو کوئی ہم میں سے اور اُن میں سے قتل ہوگا۔ اگر اسکا دل خدا کے ساتھ خالص ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ادھر طلحہ و زبیر اور جناب ام المومنین بصرہ سے روانہ ہو کر قصر ابن زیاد کے پاس آ پہنچے۔ جناب امیر کا لشکر بھی وہاں پر اتنے فاصلے پر پڑا ہوا تھا۔ کہ یہاں کو لوگ انکو دیکھ سکتے تھے۔ تین دن تک وہاں ٹھیرے رہے صلح کے سوا اور کوئی امر مدنظر نہیں تھا۔ اور باہم خط و کتابت جاری تھی۔ جمادی الآخر کے نصف ۳۶ھ کو حضرت علی نے اپنے لشکر کو خطبہ سنایا۔ کہ تم اپنے ہاتھ اور زبان کو ان لوگوں سے روک رکھو۔ جو شخص آجکے دن دشمنی کریگا۔ وہی کل دشمن قرار دیا جائیگا ادھر ام المومنین ازد کے قبیلہ کے پاس فروکش ہوگئیں۔ ان دنوں سیرہ بن سبحان قوم ازد کا رئیس تھا۔ کعب ابن سوار اسکو کہنے لگا۔ اب جبکہ یہ دو لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے اُترے ہیں۔ تو انکا بند رہنا غیر ممکن معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں لشکر لہراتے ہوئے دریا ہیں۔ تم میری بات مانو اور تم ان کے درمیان مت گھسو اور اپنی قوم کو بھی ان سے بچائے رکھو۔ مجھے خوف ہے مبادا صلح نہ ہو۔ اور جنگ چھڑ جائے۔ یہ دونوں بھائی ہیں اگر باہم راضی ہوگئے تو بھی اور اگر نہ ہوئے۔ تو بھی کل ان پر حکم ٹھیریگے۔ کعب جاہلیت میں نصرانی تھا۔ سیرہ نے اس سے کہا۔ مجھے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابھی تک تجھ میں نصرانیت کی بو باقی ہے۔ تو مجھے صلاح دیتا کہ میں اصلاح بین الناس سے کنارہ کش ہوں اور ام المومنین اور طلحہ زبیر کی جو آنحضرت کے جوار میں ہیں۔ اُنکی مدد نہ کروں جبکہ ان لوگوں نے صلح کا ارادہ کرلیا ہے۔ خدا کی قسم ہے۔ میں ہرگز ایسا نہیں کرونگا۔ حضرت علی کے لشکر کی تعداد بیس ہزار کے قریب تھی۔ اور طلحہ و زبیر کی فوج قریبا تیس ۳۰ ہزار سے زیادہ تھی۔ تیسری شب کو عبداللہ بن عباس کی زبانی حضرت علی نے طلحہ وزبیر کو اور طلحہ و زبیر نے جناب امیر کو سلام کہلا بھیجا۔ اور صلح کی بات دونوں لشکروں میں شائع ہوگئی۔ دونوں لشکر والے نہایت خوش تھے۔ قاتلان عثمان نے جب لوگوں کو باہمی خط و کتابت کرتے دیکھا تو نہایت پریشان ہوئے۔ اور تمام رات باہم مشورہ کرتے رہے

آخر انکی رلئے سے لڑائی کے فتنہ اُٹھانے پر اتفاق کیا ابھی رات کا اندھیرا باقی تھا۔
کہ انہوں نے طلحہ وزبیر کے لشکر پر شب خون مارا ادھر سے طلحہ وزبیر کے لشکر نے جب
دیکھا کہ لڑائی چھڑ گئی ہے تو انہوں نے بھی حملہ کردیا اور لڑائی برپا ہوگئی تمام لوگ
حیران تھے۔ کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ طلحہ وزبیر کے میمنہ پر عبدالرحمن بن الحارث
اور میسرہ پر عبدالرحمن بن عتاب قائم ہوگئے۔ اور خود طلحہ و زبیر قلب میں جا
ٹھیرے اور پوچھنے لگے۔ لڑائی یک بیک کس طرح چھڑ گئی ہے۔ لوگوں نے جواب
دیا۔ ہمکو مطلق معلوم نہیں۔ کہ اس کی کیا وجہ ہے۔ تاروں کی چھاؤں ہی تھی
کہ ہمپر تلواریں پڑنے لگیں۔ طلحہ وزبیر کہنے لگے۔ تاوقتیکہ ہم انکو قتل نہ کرینگے
واللہ علی ہماری بات نہیں مانینگے۔ ادھر جناب علی نے اپنے اصحاب سے استفسار
فرمایا۔ یہ لڑائی کیوں شروع ہوگئی ہے۔ سائلہ نے عرض کیا۔ جب تک خیمے
ہمپر نہیں گرا دیے گئے۔ ہم کو نہیں معلوم ہوا۔ کہ کیا ہو رہا ہے۔ ہم یہ حالت
دیکھکر سوار ہوگئے ہیں۔ اور جنگ شروع ہوگئی ہے۔ جناب امیر نے فرمایا۔
جب تک طلحہ وزبیر قتل نہ ہوں۔ وہ ہماری اطاعت نہیں قبول کرینگے۔
ادھر کعب ابن سوار حضرت ام المومنین سے جاکر کہنے لگا۔ اے مادر مہربان اب
آپ بھی ہودج میں سوار ہو جائیں۔ لڑائی سخت چھڑ گئی دیکھیے کیا نتیجہ ہو۔ انکو
ایک ہودج میں سوار کرایا گیا۔ اور ہودج کے چاروں طرف کو زرہ سے چھپا دیا۔ جناب
امیر نے اپنی فوج میں بآواز بلند پکار کر ارشاد کیا اے لوگوں میں تمکو خدا کی قسم
دیتا ہوں کہ کسی بھاگتے ہوئے کا پیچھا نہ کرنا اور کسی مقتول کا لباس نہ اوتارنا۔ پھر
آپنے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر جناب آلہی میں عرض کیا آلہی تو دانا ہے کہ طلحہ
وزبیر نے مجھسے بیعت کرکے لڑائی کی ہے۔ تو جسطرح سے چاہیئے اور جس جگہ چاہیے
چاہے ان دونوں سے میرے حق میں ہر طرح سے کفایت کر حضرت امیر آنحضرت
کی سواری خاصہ کی خچر شہبا نامی پر سوار تھے۔ صرف قمیص پہنے اور ردا اوڑھے
اور عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ زرہ بکتر آپ نے اس روز کچھ بھی نہ لگایا۔ جب
دھوپ خوب نکل آئی۔ اور لوگ ایک دوسرے کو پٹیانے لگ گئے۔ آپ ان
دونوں صفوں کے درمیان جا کھڑے ہوئے۔ اور میدان میں زبیر کو بلایا

باآواز بلند کہا کہ زبیر کہاں ہیں۔ وہ میرے پاس آئیں۔ لوگوں نے عرض کیا یا امیرالمومنین
آپ اس حالت میں زبیر کو بلاتے ہیں۔ باوجودیکہ آپ جانتے ہیں۔ کہ وہ تمام
قریش کے بہادر ہیں۔ اور شہسوار ہیں۔ آپ نے کوئی ہتھیار بھی انکے مقابلے میں
نہیں لیا۔ آپ نے فرمایا۔ نہ وہ مجھپر ہاتھ ڈال سکتا ہے۔ اور نہ میں اسکو مار سکتا
ہوں۔ زبیر اپنے لشکر سے نکلکر حضرت علی کے قریب آکھڑے ہوئے۔ حضرت علی نے
ان سے فرمایا۔ اے زبیر تمہیں اس فعل پر کس چیز نے ابھارا ہے۔ زبیر نے کہا عثمان
کے خون کا بدلا لینے نے آپ نے فرمایا۔ اگر تم انصاف کرو تو خود تمنے ان کو قتل کروایا
ہے۔ تمنے ان کی کوئی مدد نہیں کی۔ تم سے خدا قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ جب تم سے
آنحضرت نے فرمایا تھا۔ اے زبیر! کیا تو علی سے محبت رکھتا ہے؟ تو تمنے عرض
کیا تھا۔ یہ تو میرے ماموں کے بیٹے بھائی ہیں۔ میں کیوں ان سے محبت نہیں
رکھتا۔ اسپر حضرت نے فرمایا تھا عنقریب تو اسپر ناحق خروج کریگا۔ حضرت زبیر نے
کہا بخدا سچ ہے۔ لیکن تمنے یہ بات پہلے سے کیوں مجھے یاد نہ دلائی۔ کہ میں اس
امر میں قدم ہی نہ دھرتا۔ خیر اب میں واپس جاتا ہوں۔ اور آنحضرت کے فرمانے
کی تصدیق کرتا ہوں۔ یہ کہکر زبیر وہاں سے واپس ہوئے۔ اور صف چیر کر مکہ معظمہ
کا قصد کیا۔ عبداللہ ابن زبیر نے کہا۔ آپ تشریف لے چلے ہیں قریش کے لوگ
ہمکو ہرگز طعنوں سے زندہ نہ چھوڑینگے کہ زبیر علی کے مقابلے سے بھاگ گیا۔
زبیر نے کہا۔ مجھے علی نے آنحضرت کی حدیث یاد دلادی ہے۔ اسلئے واپس جاتا
ہوں۔ ورنہ تیرا باپ کسی سے ڈرنے والا نہیں۔ اور یہ دیکھ کہ میں کس طرح حملہ
کرتا ہوں۔ اور تلوار لیکر فوج سے باہر نکلے۔ جب حضرت علی نے دیکھا۔ کہ زبیر تلوار
لیکر لشکر سے باہر نکلے ہیں۔ تو آپ نے اپنی فوج سے باآواز بلند ارشاد فرمایا لوگو
زبیر آرہا ہے۔ سب پیچھے ہٹ جاؤ۔ جو شخص اسپر حملہ کریگا۔ اسکو ماردیگا۔ وہ جہنمی ہے
کچھ دیر تک زبیر میدان میں جولان کرتے رہے۔ جب کوئی انکے سامنے نہ آیا
تو اپنی فوج میں واپس ہوکر مکہ معظمہ کا راستہ لیا۔ اور تمیم کی قوم میں جا اترے
عمرو بن جرموز المجاشعی نے ان کی مہمانی کی اور وادی سباع کی طرف انکے ساتھ
ہولیا۔ اور دھوکا دیکر عین حالت نماز میں مار ڈالا۔ ان کی تلوار لیکر جناب امیر کے پاس آیا

فتح کی مبارکباد دینے کے لئے حاضر ہوا۔ اور زبیر کے قتل کرنے کی مبارکباد عرض کی آپ نے فرمایا ہم بھی تجھے دوزخ کی بشارت دیتے ہیں۔ کہ آنحضرت نے فرمایا ہے ابن صفیہ کا قاتل دوزخی ہوگا۔ ابن جرموز کہنے لگا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون عجب معاملہ ہے۔ اگر ہم آپکے ساتھ لڑیں۔ تو بھی دوزخی ہیں۔ اگر آپ کی طرف سے ہو کر لڑیں۔ تو بھی دوزخی قرار دیئے جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ابن صفیہ کے لئے پیشتر سے یہ پیشین گوئی ہو چکی ہے۔ طلحہ کی نسبت بھی اہل علم کہتے ہیں کہ انکو بھی جناب امیر نے میدان میں بلا کر اپنے حقوق جتائے وہ بھی میدان سے واپس ہو گئے۔ اور فوج سے علٰحدہ ہو گئے۔ مروان الحکم نے جو انہیں کے گروہ میں شامل تھا جب اس نے دیکھا۔ کہ فوج سے علٰحدگی اختیار کر رہے ہیں۔ تو انکو ایک تیر مارا بعض کہتے ہیں۔ کہ کوئی ناگہانی تیر انکے پاؤں میں آلگا جس سے انکا موزہ خون سے بھر گیا یہ ابن سعید کا قول ہے۔ کہ جمل کے روز واپسی کے وقت انکو یہ شعر کہتے ہوئے سنا۔ ندمت ندامۃ الکسعی لما۔ شریت رضا بنی جرم برغم مجھے کسعی کی ندامت جیسی ندامت حاصل ہوئی جبکہ مینے اپنے علی الرغم بنی جرم کی خوشنودی کے پورا کرنیکا ارادہ کر لیا۔ کہتے ہیں کہ جب انکو تیر لگا تو تعقاع رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا۔ اب آپ جس امر کے طالب تھے۔ اس سے اعراض کر چکے ہیں۔ آپ خیمہ کے اندر گھس جائیں۔ انہوں نے کہا۔ اے پروردگار تو عثمان کے بدلے میں میری جان لے لے تاکہ مجھ سے راضی ہو جائے۔ اور اپنے غلام سے کہا۔ تو مجھے بصرہ لے چل چنانچہ وہ انکو بصرے کیطرف لے چلا۔ بصرے کے باہر ویرانے میں ایک مکان کے درمیان جا اُترے۔ اور انتقال کر گئے۔ اور بنی لحد کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ طلحہ و زبیر کے علٰحدہ ہونے کے باعث فوج میں ہل چل پڑ گئی حضرت امیر کی فوج کے لوگ ام المومنین کی سواری تک پہنچ گئے۔ جب بھاگنے والوں نے دیکھا کہ لشکر کے لوگ ام المومنین کی سواری تک آ پہنچے ہیں۔ تو یک دل ہو کر ٹوٹ پڑے۔ اور دونوں لشکر خلط ملط ہو گئے۔ اس واقعہ سے کوئی بڑا یا برابر اس سے پہلے اور نہ پیچھے عرب کی تاریخ میں مذکور نہیں ہوا۔ لوگوں کے ہاتھ پاؤں کٹ کٹ کر ڈھیر کے ڈھیر لگ گئے۔ تمام روز کشت و خون کا

بازار گرم رہا۔ فریقین سے بے تعداد عرب کے شجاع اور صحابی جمل کے گرد مارے گئے۔ جمل کی مہار ستر ادمیوں نے پکڑی ان میں سے ایک بھی باقی نہ بچا۔ ان میں محمد بن طلحہ بھی تھے۔ یہ شخص نہایت بہادر اور متقی تھے۔ جمل کی مہار پکڑ کر حملہ کرتے تھے اور جب کسی پر حملہ کرتے تھے۔ تو حم۔ لاینصرون پڑھتے تھے۔ انہوں نے یہ شعار جناب امیر کی فوج کا اختیار کر لیا تھا۔ وہ لوگ اس آیت کو حملہ کے وقت پڑھتے تھے۔ جناب علی نے حکم دے رکھا تھا۔ کہ محمد ابن طلحہ کو کوئی شخص قتل نہ کرے لیکن شریح بن اوفی العبس نے انپر حملہ کیا۔ محمد ابن طلحہ نے بھی حم لاینصرون پڑھکر اسپر حملہ کیا۔ لیکن شریح کے نیزے سے چھد کر راہی عالم آخرت ہو گئے۔ محمد ابن طلحہ تمام عرب میں زاہد عابد مشہور تھے۔ اور کثرت صلوۃ کی وجہ سے سجاد کے لقب سے ملقب کئے جاتے تھے۔ انکے قتل کے بعد جمل کی مہار کو عمرو بن الاشرف نے تھام لیا۔ جو شخص اسکے قریب جاتا تھا۔ وہ تلوار کے ساتھ اسکو درخت کے پتے کیطرح زمین پر جھاڑ دیتا تھا۔ حارث بن زہرا الاعدی یہ زجر پڑھتا ہوا اسکی طرف بڑھا۔ سے یا امنا یا خیر ام تعلمی۔ اما ترین کم شجاع تکلم۔ وتختلی ھامہ و المعصم اے ہماری ماں اور سب سے اچھی ماں تم نہیں دیکھتی ہو۔ کہ کس قدر تمہارے بہادر بیٹے زخمی ہوئے ہیں۔ اور کس قدر سر اور ہاتھ کٹ کٹ کر گر گئے ہیں۔ پس دونو باہم وار کرنے لگے۔ اور ایک دوسرے کے زخم سے ہلاک ہو گئے۔ بہادروں نے جمل کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ جو شخص جمل کی مہار پکڑتا تھا۔ قتل ہو جاتا تھا۔ اور مہار پکڑتے وقت اپنے حسب نسب کو بیان کرتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ میں فلاں اور فلاں کا بیٹا ہوں۔ جب عبد اللہ ابن زبیر کی نوبت پہنچی تو مہار پکڑ کے چپکے کھڑے ہو گئے۔ ام المومنین نے فرمایا۔ اے شخص تو اپنا حسب نسب کیوں نہیں بیان کرتا۔ عبد اللہ نے عرض کیا۔ میں آپ کا اور آپکی بہن کا بیٹا ہوں۔ فرمایا کیا۔ تو عبد اللہ ہے۔ افسوس کیا آج اسماء ناطی ہو جائیگی۔ اتنے میں اشتر بھی آپہنچا۔ اور دونوں میں لڑائی شروع ہو گئی۔ اشتر نے اسکے سر پر چوٹ لگائی جس سے خفیف سا زخم آگیا۔ لیکن عبد اللہ لپک کر اسکے ساتھ دست و گریباں ہو گئے یہانتک کہ دونوں زمین پر گر گئے۔ ابن زبیر نے باآواز بلند کہا مجھکو اور مالک اشتر کو

ایک جگہ مار ڈالو۔ لیکن انکو پہچان نہیں سکتے تھے۔ کہ مالک کونسا ہے۔ اور عبداللہ کونسا ہے۔ اگر وہ مالک بن اشتر کو پہچان لیتے تھے۔ تو ضرور مار ڈالتے لیکن دونوں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔ اشتر کہتا ہے۔ کہ جمل کے روز مجھے بہادروں کی ایک جماعت کا سامنا ہوا۔ لیکن ابن زبیر اور عبدالرحمن ابن عتاب کیساتھ جنگ کرنے میں وہ وقت پیش آئی۔ کہ کبھی پیش نہیں آئی تھی۔ اس روز کے ایسے ایسے واقعات کثرت سے روایت ہوئے ہیں۔ دونوں لشکروں میں سے جمل کے گرد جس قدر لوگ مارے گئے۔ ان کا شمار مشکل ہے۔ جناب امیر نے جب دیکھا کہ جنگ کا خاتمہ نہیں ہوتا۔ تو زور سے چلائے۔ کہ اونٹ کے پاؤں کاٹ ڈالو۔ بجیر بن دلجہ الکلبی نے دوڑ کر اس کی ٹانگ کاٹ ڈالی۔ اور وہ ایک پہلو کے بل زمین پر گر گیا گرتے ہوئے ایسی ہولناک آواز نکالی۔ کہ سننے میں نہیں آئی تھی۔ جب حضرت ام المومنین کا ہودج زمین پر گر گیا۔ تو ایک شور برپا ہو گیا۔ تیروں کی کثرت سے ہودج خار پشت کی نظیر بنا ہوا تھا جناب امیر کی فوج نے اسکے گرد گھیرا ڈال لیا۔ اور جسے بھاگنا تھا۔ بھاگ نکلا۔ جناب امیر نے دوبارہ باآواز بلند پکار کر کہا۔ کہ مفرورین کا تعاقب نہ کرو۔ اور زخمیوں کے کپڑے نہ اتارو اور کسی کے خیمہ میں لوٹ کے لئے نہ گھسو۔ اور خود ہودج کے قریب پہنچ گئے۔ اور کشتوں کے درمیان میں سے ہودج کے اٹھانے کا حکم دیا۔ اور ام المومنین کی خدمت میں اسکے بھائی محمد ابن ابی بکر کو بھیجکر حکم دیا۔ کہ اس ہودج کے گرد خیمہ کھڑا کر دیں۔ اور خود ملاحظہ کریں۔ کہ حضرت ام المومنین کو کوئی زخم تو نہیں لگا۔ محمد ابن ابی بکر نے ہودج میں سر ڈال کر دیکھنے کا ارادہ کیا۔ ام المومنین نے فرمایا۔ تو کون ہے۔ محمد ابن ابی بکر نے عرض میں آپکا قریبی اہل ہوں۔ فرمانے لگیں کیا تو اسما بنت عمیس خثعمیہ کا بیٹا ہے۔ محمد ابن ابی بکر نے عرض کیا۔ ہاں میں وہی ہوں۔ ام المومنین نے فرمایا۔ اے میرے باپ کے یادگار خدا کا شکر ہے۔ کہ جس نے تجھے سلامت رکھا۔ رات کے وقت محمد ابن ابی بکر انکو بصرے میں لے گیا۔ اور عبداللہ بن خلف الخزاعی کے گھر میں جا اتارا۔ جناب امیر نے بصرہ کے باہر نزول کیا۔ اور مقتولوں کے دفن کا حکم دیا۔ لوگ

بصرے سے نکلکر ان کو دفن کرنے لگے۔ جناب امیر ہر ایک مقتول کی لاش پر تشریف لیجاتے تھے۔ جب کعب بن سوار کی لاش پر پہنچے تو فرمایا۔ کہ تم لوگوں کا زعم تھا کہ بجز چند احمقوں کے کوئی اس گروہ کا شریک نہ ہوگا۔ واللہ کعب تو بڑے لائق آدمی تھے۔ پھر عبدالرحمن بن عتاب کی لاش کو دیکھکر فرمایا۔ یہ شخص تو اپنی قوم کا یعسوب تھا۔ ازاں بعد محمد ابن طلحہ کو خون میں لتھڑا ہوا دیکھا۔ اور کہنے لگے ہائے اسکو اسکے باپ کی اطاعت نے مار ڈالا ہے۔ اتنے میں دوسرے طلحہ کی قبر نظر آئی۔ کہنے لگے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اے ابا محمد واللہ میں ہرگز قریش کو خاک و خون میں غلطاں و پیچان دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ پھر تیسرے روز جناب ام المومنین کے پاس تشریف لے گئے۔ اور انکے لئے سواری اور زاد راہ کا بندوبست کرکے اہل بصرہ کی چالیس عورتیں انکے ساتھ معہ انکے بھائی محمد ابن ابی بکر کے روانہ مدینہ کیں۔ اور خود بدولت نے بھی چند میل تک ان کی مشایعت کی بعد ازاں جناب امیر اہل بصرہ کی بیعت لینے لگے۔ اور ہر ایک آدمی کو پانسو دینار عطا کیا۔ اور فرمایا۔ کہ اگر خدائے پاک نے ہمکو شام کے لوگوں پر ظفر عطا کیا تو تمکو اس زیادہ انعام دیا جائیگا۔ تقعاع کہتے ہیں۔ کہ جمل کی جنگ صفین کی جنگ سے کچھ بھی مناسبت نہیں۔ دونوں طرفوں کے بہادر جمل کے روز سر توڑ کوشش کر رہے تھے سروں کے خود پر تلواروں کے پڑنے کے جھنکار بالکل دھوبیوں کے پٹنے کی آواز کے مشابہ تھی۔ مدینے کے لوگ اسی روز مغرب کے پہلے اس واقعہ سے آگاہ ہو گئے تھے اور اس کی خبر انکو یوں ہوئی۔ کہ اکثر چیلیں مقتولوں کے اعضاء کو لیکر اڑ جاتی تھیں۔ چنانچہ عبدالرحمن ابن عتاب کا ہاتھ لیکر اڑ گئی۔ اور صحرائے مدینہ میں وہ ہاتھ اسکے پنجے سے گرا انکی انگلی کی انگوٹھی کو دیکھکر لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ آج وہ مقتول ہوئے ہیں۔ تمام مؤرخ حضرت امیر کی فوج کے مقتولوں کی تعداد ایک ہزار ستر بیان کرتے ہیں۔ اور ان کا لشکر کل بیس ہزار تھا۔ اور اصحاب جمیل کے مقتولوں کی تعداد سترہ ہزار سات سو نوے آدمی بیان کئے جاتے ہیں۔ اور انکے لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ نصف سے زیادہ مارے گئے تھے۔

جنگ صفین

جب جناب امیر جنگ جمل سے فارغ ہوئے تو کوفہ میں گئے اور حضرت عثمان
کے عامل ہمدان جریر بن عبداللہ بجلی اور عامل آذربیجان اشعث بن قیس کو بلا بھیجا اور
ان سے بیعت لیکر بدستور سابق عمل پر برقرار رہنے دیا بعد ازاں فوج آراستہ کرکے
معاویہ کی لڑائی کے لئے روانہ ہوئے۔ معاویہ نے اپنے وزیر عمرو بن العاص سے مشورہ
کیا عمرو نے کہا اب جبکہ وہ خود فوج لیکر آتے ہیں تو تجھے بھی ان کے مقابلے میں
لڑائی کے لئے نکلنا مناسب ہے چنانچہ دونوں لشکر فرات کے کنارے پر
جا ملے جناب امیر نے معاویہ کے پاس سعد ابن قیس ہمدانی اور شبیب ابن البجی کو بلاکر
فرمایا تم معاویہ کے پاس جاؤ اور اس کو حق کی طرف دعوت کرو وہ لوگ بطریق سفارت
معاویہ کے پاس گئے۔ اس روز یکم ذی الحجہ کی تاریخ تھی ان لوگوں نے معاویہ کو
جاکر فہمائش کی کہ صلح بہتر ہے۔ معاویہ نے کہا کہ عثمان کے خون کا دعوے نہیں چھوڑ
سکتا۔ میں تلوار سے جواب دونگا۔ شبیب نے کہا کیا تو ہمیں تلوار سے ڈراتا ہے۔
واللہ ہم تجھ سے پہلے تلوار نکالنے والے ہیں اور وہاں سے واپس آکر حضرت امیر
سے تمام ماجرا بیان کیا۔ مسعودی لکھتا ہے کہ معاویہ نے جناب امیر کے قدوم سے
پہلے صفین پہنچکر اپنے لشکر کے لئے ایک عمدہ موقع اختیار کیا۔ فرات پر فروکش ہونے
والے کے واسطے اس مقام سے بہتر کوئی موقع نہیں تھا۔ اس مقام کے سوا
بڑے بڑے اونچے ٹیلے تھے جہاں پر سے گھاٹ بہت دور تھا اور پانی کا لینا
دشوار تھا۔ معاویہ نے ابوالاعور السلمی کو کہ اس فوج کے مقدمۃ الجیش کا افسر تھا
چالیس ہزار آدمی کے ساتھ گھاٹ کی راہ بند کرنے کے لئے متعین کیا۔ جناب امیر
کے لشکر کے نوّے ہزار عراق کے باشندے وہاں پہنچکر تلواریں اپنے کندھے
پر دھرے ہوئے تمام رات پیاسے وہاں پڑے رہے عمرو بن العاص نے
معاویہ سے کہا ان لوگوں کو بھی پانی پینے کے واسطے چھوڑ دینا چاہئے۔ معاویہ
نے جواب دیا واللہ ہرگز ایسا نہیں ہوگا جس طرح لوگوں نے عثمان کو پیاسا مارا
ہے ان کو بھی پیاس سے مارڈالنا چاہئے۔ جناب امیر نے اشعث کو حکم دیا کہ چار

ہزار سوار لیکر معاویہ کے لشکر میں گھس جاؤ اور ان کو ہٹا کر پانی لے آؤ۔ باقی سوار تمہارے پیچھے آرہے ہیں۔ الشعث وہاں سے روانہ ہوئے اور جناب امیر ان کے پیچھے ہو لئے اور معاویہ کی فوج میں گھس گئے۔ ابوالاعور کی فوج کو گھاٹ کے راستے سے ہٹا دیا جس مقام پر معاویہ کی فوج ٹھیری ہوئی تھی۔ وہاں حضرت امیر کی فوج نے جا دم لیا۔ معاویہ نے عمرو بن العاص سے کہا اب یہ لوگ پانی سے ہم کو روک دینگے۔ عمرو بن العاص نے کہا اب جب تک تو علیؑ کی اطاعت نہ کرے گا وہ تجھے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ دینگے۔ لیکن معاویہ نے جناب امیر کی خدمت میں آدمی بھیجکر پانی کی درخواست کی حضرت علیؓ نے انکو بھی پانی لینے کی اجازت دیدی

ازاں بعد جناب امیر اپنے دوستوں میں سے ایک جماعت کو جنگ کے لئے میدان میں بھیجنے لگے ان کے مقابلہ میں معاویہ بھی اپنے معاونوں میں ایک گروہ بھیجتا رہا۔ کبھی جناب امیر خود بدولت اور کبھی مالک اشتر اور کبھی حجر ابن عدی الکندی اور کبھی زیاد ابن خصفہ التیمی اور کبھی سعید بن قیس الریاحی اور کبھی قیس ابن سعد الانصاری لڑنے کے لئے نکلا کرتے تھے اور معاویہ کی طرف سے بھی عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید کبھی ابوالاعور السلمی وغیرہ میدان میں آیا کرتے تھے۔ ذی الحجہ کے تمام دنوں میں اسی طرح پر جنگ ہوتی رہی کبھی کبھی دن میں دو دو دفعہ بھی محاربات ہوجایا کرتے تھے۔ جب محرم کا مہینہ آگیا تو قاعدہ عرب کے موافق جنگ ملتوی کر دیگئی اور طرفین میں صلح کی امید پر قاصدوں کی آمدورفت شروع ہوئی۔ لیکن آخر محرم تک صلح کی کوئی بات قرار نہ پائی صفر کی پہلی تاریخ کو جناب امیر نے اہل شام میں منادی کرنے کا حکم دیا: اے شام والو امیرالمومنین فرماتے ہیں میں نے تمکو حق کی جانب بلایا لیکن تم لوگوں نے مطلق التفات نہیں کی اور تم بدستور اپنی سرکشی پر ڈٹے رہے اور تم نے اطاعت قبول کرنیکی بجائے خیانت کی۔ خداتعالےٰ خیانت کرنے والوں کو ہرگز دوست نہیں رکھتا۔ پھر حضرت علیؓ نے کوفہ کے سواروں پر مالک اشتر کو اور بصرے کے سواروں پر سہل ابن حنیف کو اور کوفے کے پیادوں پر عمار ابن یاسر کو اور بصرے کے پیادوں پر معقل ابن قیس کو مقرر کرکے اپنا علم ہاشم ابن عتبہ کو دیا

اور میدان میں تشریف لے آئے معاویہ بھی اپنی شام کے لشکر کے ساتھ میدان میں آکھڑا ہوا اور دونوں طرف سے جوانمرد مبارزت میں قتل ہونے لگے جب جنگ کا سلسلہ کئی دنوں تک طول پکڑ گیا تو ایک روز جناب امیر نے میدان میں تشریف لاکر بآواز بلند معاویہ کو مخاطب کر کے فرمایا اے معاویہ ابن ابی سفیان میری اور تیری لڑائی ہے۔ بیچ میں عرب کا ناحق خون ہوتا ہے تو خود میرے سامنے آ کر جو ظفریاب ہو وہی حکومت پا جائے۔ معاویہ نے جواب دیا مجھے مقابلے میں آنے کی ضرورت نہیں۔ عمرو بن العاص نے کہا معاویہ علیؓ نے تجھے میدان میں بلایا ہے تو کیوں نہیں جاتا۔ معاویہ کہنے لگا تو مجھے قتل کروا کر آپ امیر بننا چاہتا ہے۔ حضرت امیر نے دیکھا کہ معاویہ مقابل میں آنے سے خوف کھاتا ہے تو ہر روز لباس بدلکر میدان میں جانے لگے تاکہ معاویہ کا مقابلہ ہو جائے اور معاملہ یکسو ہو۔

بعض صحابہ اس لڑائی میں کسی کی طرف شامل نہیں ہوتے تھے وہ بعض عمار ابن یاسر کی شہادت کے منتظر تھے۔ چنانچہ بعض اہل شام نے معاویہ سے کہا عمار ابن یاسر جن کی نسبت آنحضرت نے پیشگوئی فرمائی یا عمار تقتلک الفئتہ الباغیہ یعنی اے عمار تجھے باغیوں کا گروہ قتل کریگا۔ وہ حضرت علیؓ کی طرف ہیں معاویہ نے جواب دیا ہا! اس وقت تو علی کی طرف ہیں لیکن بعد میں وہ ہماری طرف آجائینگے۔ جب عمار ابو الغاویہ مزنی کے ہاتھ سے جو شام کی فوج کا نامور بہادر تھا شہید ہو گیا تو تمام صحابی حضرت امیر کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے اب ہم پر حق ظاہر ہو گیا ہے اب ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ حضرت علیؓ نے بآواز بلند پکار کر کہا اے معاویہ لے اب عمار یاسر شہید ہو گئے ہیں حضرت کی پیشگوئی پوری ہو گئی ہے معاویہ نے جواب دیا ہم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ تم نے ان کو قتل کیا ہے جو لشکر معرکہ کو اپنے ساتھ لڑائی میں لائے تھے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تو حمزہ کو بھی آنحضرت نے شہید کرایا ہو گا۔ جب جناب امیر نے دیکھا کہ لڑائی کا کسی طرح خاتمہ نہیں ہوتا تو حضرت نے ایک روز سخت لڑائی کرنیکا حکم دیا یہانتک کہ رات بھر لڑائی ہوتی رہی اس رات کا نام لیلۃ الہریر رکھا گیا۔ اس رات میں جناب امیر جسوقت کسی آدمی کو قتل کرتے تھے تو بآواز بلند تکبیر پڑھتے شمار کیا گیا تو اس رات

میں آپ نے پانسو تیس تکبیریں پانسو تیس آدمیوں کے قتل کرنے پر پڑھیں۔ لشکر اس رات میں بحر مواج کی طرح موج مار رہا تھا۔ یہ جمعہ کے دن کی رات تھی صبح کو حضرت علی اور اُن کا لشکر میدان کے کارزار میں معروف جنگ و پیکار تھا آپ قلب میں رونق افروز تھے۔ میمنہ میں مالک بن اشتر اور میسرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس گرم محاربہ تھے۔ حضرت علی کی فوج پر ظفر یابی کے آثار نمایاں ہو رہے تھے مالک اشتر کی فوج نے اہل شام کو تیروں پر دھر لیا تھا۔ شام کی فوج پر سستی نمودار ہو رہی تھی حضرت علیؓ نے اس وقت شام والوں پر حملہ کیا اور عراق کی فوج کے آدمی شیر شرزہ کی طرح شاہی فوج کو تہ و بالا کرتے ہوئے معاویہ کے خیمہ کے پاس جا پہنچے۔ معاویہ گھبرا کر عمرو بن عاص کے خیمہ میں گیا کہ کوئی ایسی تدبیر نکال کہ جس سے ہم اس شکست سے بچ جائیں۔ ابن عاص نے کہا کہ قرآن مجید نیزوں کے ساتھ باندھ کر کھڑا کر دو اور اہل عراق سے یہ کہو کہ خدا کی کتاب ہمارے اور تمہارے درمیان حکم ہے اگر انہوں نے قبول کر لیا تو ہم لڑائی کو دوسرے وقت پر ٹال دینگے۔ اگر ان میں سے بعض نے انکار کیا تو بعض ضرور یہ کہینگے کہ خدا کی کتاب کو ضرور ماننا چاہئے اس وجہ سے ان میں پھوٹ پڑ جائیگی۔ شامیوں نے فی الفور چند قرآن شریف نیزوں پر علم کر دیئے اور بآواز بلند کہنے لگے اے اہل عراق یہ کتاب اللہ تمہارے اور ہمارے درمیان منصف ہے۔ عراقیوں نے جب قرآن کو دیکھا اپنے ہاتھ روک لئے اور کہنے لگے اب لڑنا گناہ ہے ہم کو خدا کی کتاب کا لحاظ کرنا کرنا چاہئے۔ حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا اے خدا کے بندو! تم اپنے حقوق سے کیوں دست بردار ہو۔ معاویہ اور ابن عاص وغیرہ کو میں اچھی طرح سے جانتا ہوں یہ لوگ ہرگز اہل قرآن نہیں ہیں۔ مجھے طفولیت اور عالم شباب میں ان سے ملاقات کرنے کا موقع ملا ہے واللہ ان لوگوں نے از راہ مکر و فریب کلام اللہ کو نیزوں پر علم کیا ہے۔ اب یہ شامی لڑنے سے تھک چکے ہیں فرار پر آمادہ ہیں۔ عراقی لشکر کے لوگوں نے لڑنے سے سر پھیر دیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں ان سے محض اس واسطے لڑتا ہوں کہ وہ کتاب اللہ کو حکم قرار دے۔ لیکن وہ حکم خدا سے روگردانی کرتے ہیں اور عہد کو توڑ رہے ہیں انہوں نے کتاب اللہ کو ترک

کر دیا ہے۔ مسعود بن بداک التمیمی اور زید ابن حصین الطائی حضرت علی سے کہنے لگے اب جبکہ انہوں نے آپکو کتاب اللہ کی جانب دعوت کی ہے تو آپ ان لوگوں کی دعوت کو قبول کریں ورنہ ہم آپ کو ابھی پکڑ کر ان کے حوالے کر دینگے حضرت علی اور عبداللہ ابن عباس جنگ سے واپس ہو گئے مگر مالک بن اشتر بدستور مصروف پیکار تھے۔ لوگوں نے کہا اب آپ مالک کو بھی واپس بلالیں تاکہ وہ بھی جنگ سے باز آئیں۔ حضرت علیؓ نے زید ابن ہانی سے کہا کہ جاؤ مالک ابن اشتر کو کہو کہ میرے پاس چلا آئے۔ مالک نے زید کو جواب دیا کہ امیرالمومنین سے جا کر کہو کہ وقت میرے آنیکا وقت نہیں ہے۔ حضرت علیؓ نے دوبارہ اشتر کے پاس پیغام بھیجا کہ یہاں سخت فتنہ برپا ہو گیا ہے تم جلدی چلے آؤ۔ اشتر دوڑتا ہوا حاضر خدمت ہوا اور عرض کرنے لگا کہ جس وقت اہل شام نے کلام مجید نیزوں پر بلند کئے تھے مجھے معاً خیال پیدا ہو گیا تھا کہ ہماری فوج عراق میں ضرور پھوٹ پڑ جائیگی یہ کلام الٰہی کا نیزوں کے ساتھ باندھنا عمرو ابن العاص کی شرارت ہے۔ اشتر نے عراق کے لوگوں کو ہر چند سمجھایا مگر وہ نہ سمجھے۔ اشتر نے ان کو برا بھلا کہنا شروع کیا وہ اس کے روبرو کہنے لگ گئے قریب تھا کہ مالک کی فوج میں اور عراقیوں میں تلوار چل نکلے کہ حضرت علی مالک پر چلا ئے۔ صبر کرو تاکہ اس کی حقیقت معلوم ہو جائے۔ اشعث بن قیس نے عرض کیا حکم ہو تو میں معاویہ سے پوچھ آؤں کہ قرآن علم کرنے سے ان کی کیا غرض ہے۔ جناب امیر نے فرمایا جاؤ پوچھ آؤ۔ اشعث نے معاویہ سے پوچھا تم نے قرآن شریف نیزوں پر کیوں بلند کئے ہیں معاویہ نے کہا اس لئے کہ ہم اور تم خدا کی کتاب حکم قرار دیں۔ اشعث نے کہا یہ بات بالکل ٹھیک ہے وہاں سے واپس آکر جناب امیر کی خدمت میں تمام گفتگو بیان کی سب لوگ متفق اللفظ و الکلمہ ہو کر کہنے لگے۔ اس بات پر راضی ہیں اہل شام نے اپنی طرف سے عمرو بن العاص کو حاکم مقرر کیا حضرت علی نے فرمایا میری طرف سے عبداللہ ابن عباس حاکم ہیں لیکن شام والوں نے اس پر اعتراض کیا کہ ان کا حکم ہونا تو اعتراض کی جگہ ہے اگر تو اشتر ہی کی لگائی ہوئی ہم تو ابو موسےٰ کو حاکم بنائینگے کہ وہ ہم کو پہلے سے اس فتنہ کا خوف دلا رہے تھے۔ حضرت علی کہنے لگے ابو موسےٰ حکم کی لیاقت نہیں رکھتے

وہ ضعیف الرائے ہیں عمرو بن العاص کے مکروں سے واقف نہیں اشعب اور
زید ابن حصین اور مسعر بن فدکی اہل کوفہ کہنے لگے ہم تو ان کے سوا کسی کی بات
نہیں مانینگے وہ دونوں گروہوں سے الگ رہے ہیں - ان کا فیصلہ بغیر کسی
طرفداری کے ہوگا حضرت علی نے فرمایا جو چاہو سو کرو انا للہ وانا الیہ راجعون
اتنے میں لوگ ابو موسےٰ کو جناب امیر کی خدمت میں لے آئے - احنف ابن قیس
بھی لڑائی سے الگ تھے حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے یا امیر المومنین
عمرو بن العاص نے آپ کو زمین پر پٹک دیا ہے - میں ابو موسےٰ کے ساتھ مدت
تک رہا ہوں وہ نہائیت کند ذہن اور چھوٹی عقل کا آدمی ہے وہ اصلاح کرنے کی
صلاحیت ہی نہیں رکھتا اگر آپ مجھکو حاکم بناتے تو میں ان لوگوں کے مکر و فریب
کی ایک بات بھی نہ چلنے دیتا - حضرت امیر نے فرمایا میں کیا کروں میری فوج کے
لوگ ابو موسےٰ کے سوا کسی کی بات نہیں مانتے اتنے میں ابو موسےٰ اور عمرو ابن
عاص عہد نامہ لکھنے کے لئے حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوئے جسکا عنوان
یہ تھا - بسم اللہ الرحمن الرحیم - یہ وہ عہد نامہ ہے کہ جس پر امیر المومنین علی ابن ابی طالب
اور معاویہ ابن ابی سفیان نے صلح کی ہے - عمرو بن العاص نے اعتراض کیا حضرت
علی آپ لوگوں کے امیر المومنین ہیں ہمارے نہیں ہیں امارت سے آپ کا نام
محو کر دے - احنف ابن قیس نے حضرت امیر سے کہا آپ ہرگز محو نہ کریں - اگرچہ
بعض لوگ بعض کو قتل کر ڈالیں مگر آپ اپنا نام امیر المومنین نہ مٹائیں - اگر آپ نے
اس وقت اپنا نام امیر المومنین سے مٹا دیا تو خوف ہے کہ دوبارہ پھر کبھی بھی آپ
اپنا لقب امیر المومنین قائم نہیں کر سکینگے - اشعب ابن قیس اس بات پر بحث
کرنے لگا اور جھٹ آپ نے اپنا نام محو کر دیا - حضرت علی نے فرمایا سنتہ بسنتہ
سنت کے مقابل سنت پوری ہو گئی - بخدا صلح حدیبیہ کے روز میں حضرت کے
عہد نامے کا کاتب تھا - جب میں نے محمدؐ رسول اللہ لکھا تو عمرو بن سہیل نے کہا
یا علی تم آپ کا اور آپ والد ماجد کا نام لکھو میں نے کہا مجھ سے ایسا ہرگز نہیں
ہو سکتا آنحضرت نے فرمایا ہمیں وہ مقام بتا دے میں نے حضرت کو وہ مقام بتا
دیا - حضور نے اپنے دست مبارک سے مٹا کر فرمایا یا علی عنقریب تمہ سے

بھی ایسی خواہش کیجائیگی۔ اور مجھے بھی ناچار لوگوں کا کہنا ماننا پڑیگا۔ بعد ازاں جناب امیر نے کاتب کو حکم دیا لکھو۔ یہ وہ عہد نامہ ہے کہ علی ابن ابی طالب اور معاویہ ابن ابی سفیان کے حسب منشار لکھا گیا ہے کہ ہم خدا کے حکم اور اس کی کتاب کو حاکم مقرر کرتے ہیں۔ جس امر کی موت کا وہ حکم دے اس کی موت پر راضی ہونگے اور جس امر کو وہ زندہ کرے ہم بھی اس کی زندگی پر راضی ہونگے۔ ابوموسیٰ الاشعری اور عمرو بن العاص اس کے لئے حکم مقرر کئے گئے ہیں جو کچھ کہ یہ دونوں خدا کی کتاب میں پائینگے اس پر حکم دینگے اور اگر خدا کی کتاب میں نہ پائینگے تو آنحضرت کی سنت جامع غیر متفرقہ کی طرف رجوع کرینگے دونوں منصفوں نے جناب علی اور معاویہ اور ان دونوں کے لشکر سے عہد لیا ہے کہ وہ دونوں انکے اہل وعیال اور جان ومال کے امین ہیں اور جو فیصلہ کہ دونوں منصف بیان کرینگے نہ کسی خاص گروہ کی نسبت ہوگا۔ اور رمضان کے مہینے تک ان دونوں کو مہلت دی جاتی ہے اور اگر دونوں کا منشا ہو تو بعد رمضان کے فیصلہ دیسکتے ہیں اور فیصلہ بیان کرنیکا مقام ایسا ہونا چاہئے جو کوفہ اور شام کے وسط میں ہو عہدنامے میں اشعث بن قیس اور عدی ابن حجر جناب امیر کی طرف سے اور ابوالاعور السلمی اور حبیب ابن مسلمہ وغیرہ معاویہ کی طرف سے گواہ ثبت عہدنامہ ہوئے اشعث نے یہ عہدنامہ لوگوں کو پڑھکر سنادیا۔ بدھ کے روز تیرھویں ربیع الثانی ۳۷ھ ہجری کو یہ عہدنامہ لکھا گیا۔ سب لوگوں نے متفق ہوکر کہا کہ دومتہ الجندل میں منصفوں کا اجتماع ہونا رہا ہے۔ اس معاہدے کے لکھنے کے بعد لوگ صفین سے واپس ہوگئے۔

علامہ مسعودی مروج الذہب میں لکھتا ہے کہ جناب امیر صفین میں ایکسو دس روز ٹھیرے رہے جو لوگ کہ آپ کی طرف سے اس جنگ میں شہید ہوئے ان میں سے پندرہ اہل بدر تھے عمار ابن یاسر بھی انہیں میں سے اس وقت انکا سن ۹۳ سال کا تھا۔ جناب امیر اور معاویہ میں ستر لڑائیاں پیش آئیں۔ جب حکومت کا وقت نزدیک آگیا تو جناب امیر نے چارسو سوار شریح بن ہانی الحارثی کی ماتحتی میں ابوموسیٰ کے ساتھ روانہ کئے اور ان کی امامت نماز عبداللہ ابن عباس کے سپرد

فرمائی ادھر معاویہ نے عمرو بن العاص کو چار سو آدمی دیکر دومتہ الجندل کو روانہ کیا
جب دونوں حکم مقام مذکور پر پہنچ گئے تو عمرو بن العاص ہر امر میں ابو موسیٰ کی تعظیم و
تکریم کرنے لگا اور کہنے لگا آپ مجھ سے عمر میں بڑے ہیں آپ کے حق میں آنحضرت
نے دعا کی ہے آپ ہر طرح سے مجھ پر فوقیت رکھتے ہیں۔ ان حرکات سے ابو موسیٰ
کے ذہن نشین ہو گیا کہ عمرو بن العاص کا ہر امر میں مجھے اپنی ذات پر تعظیم دینا فی نفسہ
تعظیم و تکریم ہے۔ لیکن عمرو بن العاص نے کہا آپ بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت
عثمان مظلوم مارے گئے ہیں۔ ابو موسیٰ نے کہا بخدا یہ بات درست ہے میں بھی
اس پر گواہی دیتا ہوں۔ پھر اُس نے کہا کہ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ معاویہ عثمان کا
ولی نعمت ہے۔ ابو موسیٰ نے کہا یہ بھی بجا ہے۔ عمرو بن العاص نے کہا تو اب آپ کو
اُسے قریش کا متولی بنانے میں کس بات کا پس و پیش ہے۔ مگر آپ اس امر سے
خائف ہیں کہ اُسے سبقت اسلام کا درجہ حاصل نہیں یہ شرط تو اس میں موجود ہے کہ
وہ مقتول خلیفہ کا ولی اور ان کے قصاص کا طالب ہے اور حسن سیاست اور تدبیر میں
پورا دسترس رکھتا ہے اور آنحضرت کی بی بی ام حبیبہ کا بھائی ہے۔ ابو موسیٰ نے
کہا اے عمرو خدا سے ڈر معاویہ کے شرف میں یہ باتیں جو تو بیان کر رہا ہے آیا
اہل دین اور صاحبان فضل کے نزدیک یہ شرف کی باتیں ہو سکتی ہیں۔ اگر میں افضل
قریش کو خلافت کے لئے پسند کرتا تو خلافت جناب علی کے سپرد کرتا۔ یہ بات جو
تو نے بیان کی ہے کہ وہ عثمان کا ولی ہے اسواسطے یہ امر اس کے سپرد کیا جائے
میں خاص اس وجہ کو خلافت کے سپرد کرنے کی علت نہیں سمجھتا۔ کیونکہ مہاجرین
اور انصار پر اس کو کسی طرح کی اولویت حاصل نہیں ہے اور تو نے جو اُس کے
حسن سیاست اور غلبہ کی بات بیان کی ہے واللہ اگر معاویہ تمام اہل زمین پر بھی
غالب آجائے تو میں اس کو خلیفہ نہیں بنا سکتا۔ عمرو بن العاص نے کہا اگر آپ
اس کو خلیفہ نہیں بناتے تو میرے بیٹے عبداللہ کی نسبت آپ کیا کہتے ہیں۔
آپ پر اس کی صلاحیت اور فضیلت کا حال بخوبی روشن ہے۔ ابو موسیٰ نے
کہا تو نے اپنے بیٹے کو خود اس فتنہ کے دریا میں ڈال دیا ہے اس لئے یہ امر
اس کے متعلق ہرگز نہیں ہو سکتا عمرو بن العاص نے جواب دیا آخر یہ امر ایک ایسے

آدمی کے سپرد کیا جائیگا۔ جو روٹی کھاتا پانی پیتا ہو۔ آخر کس فرشتہ کے تو سپرد نہیں ہوگا۔ ابن زبیر نے کہا۔ اے ابو موسے عمرو بن عاص کی بات کو غور سے سُن اور خیال کر کہ کیا کہہ رہا ہے۔ ہوشیار ہو جا۔ اس کے بعد ابن زبیر نے عمرو سے کہا۔ اے ابن عاص عرب نے باہم شمشیر زنی کے بعد تجھ پر اعتماد کر کے اس امر کو تیری رائے پر منحصر رکھا ہے۔ تو پھر انکو فتنے میں نہ ڈال۔ اور خدا سے ڈر۔ ابو موسے نے عمرو بن العاص کی آرزو کو نہ مانا۔ اور کہا۔ کہ عبداللہ ابن عمر کو خلیفہ بنا دیا ہے۔ عمرو بن العاص نے کہا میں اس رائے سے اتفاق نہیں کرتا۔ اسکے سوا کوئی اور رائے بیان کرو ابو موسے نے کہا۔ اگر تم نہیں مانتے تو میری رائے میں آتا ہے۔ کہ علی اور معاویہ دونوں کو خلافت سے علیحدہ کر دیا جائے۔ اور اس بات کو لوگوں کے مشورے پر چھوڑ دینا چاہیئے۔ عمرو ابن عاص نے کہا۔ یہ رائے بہت درست ہے۔ اسپر اتفاق کر کے دونوں خیمے سے باہر نکل آئے۔ لوگ انکے انتظار میں تھے کہ دیکھیں کس بات پر دونوں متفق ہوتے ہیں۔ عمرو بن العاص نے کہا اے ابو موسے آپ آگے بڑھکر لوگوں سے اپنی رائے بیان کریں۔ ابو موسے نے بڑھکر کہا۔ اے لوگو ہماری رائے نے ایک ایسے امر پر اتفاق کیا ہے جسکے ذریعہ سے ہم امید کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالے امت کے بگڑے ہوئے کام کو ٹھیک کر دیگا۔ اور لوگوں کی پراگندی دور ہو جائیگی۔ عبداللہ ابن عباس نے ابو موسے سے کہا۔ اگر تمنے عمرو ابن العاص سے کسی بات پر اتفاق کر لیا ہے۔ تو تم اسکو اول بیان کرنے دو۔ بعد میں تم بیان کرنا۔ میں اسکے فریب سے ڈرتا ہوں۔ مجھے ہرگز اس کی بات پر اطمینان نہیں۔ ابو موسے نے کہا ہمنے باہم اتفاق کر لیا ہے ہرگز ہم میں اختلاف نہیں ہوگا۔ چونکہ ابو موسے نے جو سلیم القلب اور سادہ لوح تھے بڑھکر بیان کیا۔ کہ میری اور ابن عاص کی یہ رائے قرار پائی ہے۔ کہ ہم علی اور معاویہ کو خلافت سے علیحدہ کر کے اس امت کی سرپرستی کے کام کو امت کے سپرد کر دیں۔ جسے چاہے اختیار کرے۔ میں نے علی اور معاویہ دونوں کو علیحدہ کر دیا ہے۔ تم جس کو چاہو اپنا خلیفہ بنالو۔ یہ کہکر ابو موسے پیچھے ہٹ گئے۔ عمرو بن العاص نے بڑھکر کہا۔ اے لوگو۔ ابو موسے نے اپنے دوست علی کو خلافت سے معزول کر دیا ہے۔ اور جو کچھ کیا ہے تمنے بھی سُنا ہے میں نے بھی انکے دوست کو علیحدہ کر دیا ہے۔ اور اپنے دوست معاویہ کو قائم رکھا ہے کیونکہ

وہ حضرت عثمان خلیفہ مقتول کا ولی اور اسکے خون کے قصاص کا طالب ہے اور بہ نسبت تمام لوگوں کے عہدہ کا زیادہ تر حقدار ہے۔ یہ کہکر وہاں سے الگ ہوگیا ابوموسےٰ نے کہا۔ اے عمرو بن العاص خدا تجھے رسوا کرے۔ تونے بڑا غدر کیا ہے تیری مثال بالکل اس کتے کی سی ہے۔ جس کا ذکر خدا نے قرآن مجید میں لکھا ہے مثلہ کمثل الکلب ابن عاص نے کہا۔ تیری مثال اس گدھے کی سی ہے۔ کہ یحمل اسفارا جس پر بہت سی کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ سعد ابن ابی وقاص نے باوجودیکہ حضرت علی سے بیعت نہیں کی تھی۔ لیکن اسوقت طیش میں آکر کہنے لگے۔ اے ابوموسےٰ تو عمرو بن العاص کے مکر سے کس قدر ضعیف اور بھدی عقل کا بن گیا ہے۔ ابوموسےٰ نے کہا۔ مجھے کیا خبر تھی۔ کہ یہ خبیث بدعہدی کریگا۔ ابن عباس نے کہا۔ یہ تیری خطا نہیں۔ بلکہ اس کی خطا ہے۔ جس نے تجھے اس عہدے پر نصب کیا ہے۔ عبدالرحمن بن ابی بکر کہنے لگے کاش اشعری آج سے پہلے مرگیا ہوتا شریح ابن ہانی نے عمرو بن العاص کو کوڑا مارا۔ اسنے اسے عصا مارا تحکیم کے بعد لوگوں نے ابوموسےٰ کو تلاش کیا۔ لیکن معلوم ہوا۔ کہ وہ اسی وقت ندامت کے مارے سوار ہوکر مکہ کو چل دئے ہیں۔ ابوموسےٰ اکثر کہا کرتا تھا۔ کہ عبداللہ ابن عباس نے تو مجھے ابن عاص کے مکر سے ڈرایا تھا۔ لیکن میں اسکے فریب میں آگیا۔

دومۃ الجندل سے لوٹ کر اہل شام عمرو بن العاص کے ساتھ معاویہ کے پاس گئے۔ اور اسپر امیر المومنین کا سلام کیا۔ اسنے لوگوں میں کھڑے ہوکر بیان کیا کہ جو شخص امر خلافت کی نسبت چون وچرا کرتا۔ اسکو چاہیئے۔ اب ہمارے پاس آکر اطلاع حاصل کرے۔ عبداللہ ابن عمر اسوقت شام گئے ہوئے تھے۔ کہنے لگے میرے دل میں اس وقت آیا تھا۔ کہ میں اسکو یہ کہوں تیری خلافت میں اور تو کوئی نہیں مگر ہی چون وچرا کرتے ہیں۔ جو اسلام پر تجھ سے اور تیرے باپ سے لڑے ہیں۔ لیکن مجھے خوف فساد اس کہنے پر میری گردن نہ مروا دے۔

جنگ نہروان

جب حضرت علی جنگ صفین سے واپس ہو رہے تھے۔ اسوقت راہ میں چند لوگ

آپ سے مخالف ہو کر لشکر سے علیحدہ ہو گئے۔ اور تحکیم کو بُرا کہنے لگے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا حکم قابل اطاعت نہیں۔ جب حضرت علی کوفہ میں پہنچے۔ تو وہ لوگ آپکے ساتھ کوفہ میں نہ گئے۔ بلکہ ایک گاؤں میں جس کا نام حرورا تھا، جا اُترے اسی وجہ سے ان کا نام حروریہ مشہور ہو گیا۔ جو بعد ازاں خارجیہ فرقہ سے موسوم ہوگا تخمیناً بارہ ہزار آدمی تھے۔ انہوں نے اپنے گروہ میں منادی کرادی۔ کہ شبیب ابن ابعی التمیمی ہمارا امیر قتال ہے۔ اور عبداللہ ابن الکوے ہمارا امیر صلوۃ ہے (یہ شخص نہایت عابد زاہد شخص تھا۔ کثرت عبادت کی وجہ سے اسکو ذوالثفنات کہا کرتے تھے۔ یعنے اسکے ہرایک عضو پر کثرت سجود سے نشان پڑ گئے تھے۔ اور حضرت علی کے اول درجہ کے شاگردوں میں سے تھا۔ علم کلام میں اسکو نہایت درجہ کی مہارت حاصل تھی) اور ہرایک امر مشورت سے کیا جائیگا۔ خدا کے سوا کسی کی بیعت واجب نہیں اچھے کام کو کرنا چاہیئے۔ اور بُرے کام سے اجتناب واجب ہے۔ اپنے زعم میں وہ یہ سمجھنے لگے۔ کہ جب تک حضرت علی نے حکم نہیں مقرر کئے تھے۔ وہ بے شبہ امام تھے۔ حکومت کے مقرر کرنے سے انکو اپنی امامت میں شک پیدا ہو گیا ہے۔ اور اپنی بات میں حیران ہیں۔ اور حیران کی تعریف خدا نے کلام اللہ میں اس طرح بیان فرمائی ہے۔ یعنی وہ سراسیمہ ہے۔ اور اسکے یار اسکو ہدایت کیطرف بلاتے ہیں۔ کہ ہمارے پاس چلا آ۔ کمبخت خارجی اس آیت کے ورد کو حضرت علی کی شان میں خیال کرتے تھے۔ حالانکہ پروردگار نے اپنے کلام پاک میں ایک قسم شخص کا حال تمثیلاً بیان کیا ہے۔ جسکی توضیح کتب تفسیر سے بخوبی حاصل ہو سکتی ہے حضرت علی کے غلام بھی حیران نہیں تھے۔ بلکہ وے حیرت کے سرگردانوں کو راہ راست پر لانے والے تھے۔ حضرت علی کے دوستوں نے انکی ہفوات کو سنا انہیں عبداللہ ابن عباس انکے پاس جانے کو آمادہ ہوئے۔ حضرت علی نے انکو ارشاد کیا۔ تم ان کی باتوں کی جوابدہی میں جلدی نہ کرنا میرا انتظار کر لینا۔ جب عبداللہ ابن عباس انکے پاس پہنچے۔ تو خوارج نے انسے استفسار کیا ابن عباس آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ ابن عباس نے جوابدیا میں آنحضرت کے داماد اور ابن عم کے پاس سے آیا ہوں۔ جو ہم تم میں سے زیادہ خدا کے احکام کے عارف ہیں

اسکے نبی کی سنت کے واقف ہیں۔ خوارج نے کہا۔ اے ابن عباس ہمنے ایک کبیرہ گناہ سے توبہ کی ہے۔ کیونکہ ہمنے دین آلہی میں حکم مقرر کئے تھے۔ اگر علی بھی ہماری طرح توبہ کریں۔ اور ہمارے دشمنوں کے مقابلے پر آمادہ ہوجائیں۔ تو ہم بھی انکی طرف رجوع کرینگے۔ ابن عباس سے ضبط نہ ہوسکا۔ اور کہنے لگے۔ میں تم سے پوچھتا ہوں۔ کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں نازل فرمایا ہے۔ کیا تم اس کو نہیں مانتے؟ کہ مرد و عورت کے اہل میں سے ایک ایک حکم مقرر کرو۔ وہ ان دونوں میں مصالحت کا ارادہ کریں۔ خوارج نے کہا فی الحقیقت یہ بات قرآن میں موجود ہے۔ ابن عباس نے کہا۔ اب بتاؤ۔ کہ امت محمدؐ میں کیوں حکم نہ مقرر کئے جائیں۔ خارجیوں نے جواب دیا جس امر کے حکم کو خدا نے لوگوں کے سپرد کیا اور اس میں غور کرنے کے واسطے حکم بھی دیا ہے۔ اس میں غور بھی کرسکتے ہیں۔ اور اس میں حکم بھی لگا سکتے ہیں۔ اور جس امر میں خدا نے خود حکم لگایا ہے اس میں بندوں کو غور کرنیکی گنجائش نہیں جیسے کہ زانی کو سو درے لگانے اور سارق کے ہاتھ کاٹنے کا حکم خود خدا نے لگا دیا ہے۔ ان امور میں لوگوں کو غور کرنا زیبا نہیں کیا۔ اب عورت کی شرمگاہ کا حکم اور امت کی صلاحیت کے حکم کو ایک جیسا سمجھتے ہیں۔

ابن عباس نے کہا حق سبحانہٗ تعالےٰ نے اس شخص کی نسبت کہ حرم میں شکار کھیلے اور ایک خرگوش کو جس کی قیمت ایک درہم کی چوتھائی سے بھی کم ہے۔ ذبح کرے اسکے فدیہ کے متعلق صاحبان عدل نے حکم مقرر کرنے کا حکم دیا ہے۔ خوارج نے کہا۔ واہ کیا تم شکار کے حکم اور عورت اور مرد کی شکر رنجی کے حکم کو مسلمانوں کے حکم کے برابر ٹھہراتے ہو۔ اور کیا تمہارے نزدیک عمرو بن العاص عادل ہے کل ہم سے لڑتا تھا۔ اگر وہ عادل ہے۔ تو ہم عادل نہ ہوئے۔ تمنے خدا کے حکم میں حکم قرار دئے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے معاویہ اور اسکے احباب کی نسبت یہ حکم جاری کیا ہے۔ کہ یا وہ قتل کئے جائیں۔ یا اپنی ضد سے باز آجائیں۔ تمنے حکم نامے میں میعاد لڑائی کی مقرر کردی۔ باوجودیکہ جزیہ کے اقرار کرنے والوں کے سوا سورۂ برات نازل ہونے کے بعد خدا نے اہل حرب کے ساتھ اہل اسلام کی مؤدت کو مطلق منقطع کردیا ہے۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت علی بھی آپہنچے۔ اور ابن عباس سے کہنے لگے

کیا میں نے تم کو ان سے گفتگو کرنے سے منع نہیں کیا تھا۔ پھر خوارج سے مخاطب ہو کر
فرمایا۔ تمہارا کوئی وکیل ہے۔ جو تمہاری طرف سے جواب دے۔ سب نے متفق اللفظ
جواب دیا۔ کہ عبد اللہ ابن الکوے ہمارا وکیل ہے۔ حضرت علی نے اس سے سوال
کیا۔ تم نے ہم پر کیوں خروج کیا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ صفین کے روز کی تمہاری
تحکیم کے تقرر نے ہمیں اس پر مجبور کیا ہے۔ کہ ہم تم پر خروج کریں۔ حضرت علی نے
فرمایا کہ جس وقت اہل شام نے قرآن نیزوں پر بلند کئے تھے۔ میں نے تم سے نہیں
کہا تھا۔ کہ میں انکے فریب کو تم لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ ان لوگوں نے کلام اللہ
محض مکر سے بلند کئے ہیں۔ کہ تمہیں فریب دھوکا دیکر تم کو لڑائی سے باز رکھیں۔
چنانچہ وہ اس مکر کے ذریعہ سے تم پر ظفریاب ہو گئے۔ اور تم پر نزول آفت کے امیدوار
ہو گئے۔ اس پر تم نے میری ایک بات بھی تسلیم نہ کی۔ میں نے حکم نامے میں یہ بات لکھدی
تھی۔ کہ دونوں منصف اس امر کو زندہ کریں۔ جسے کہ قرآن مجید نے زندہ کیا ہے۔
اور اسی امر کے مارنے کی تدبیر کریں۔ جسے کلام اللہ نے مارا ہے۔ قرآن شریف میں ایک
اور والناس کے درمیان بین الدفتین لکھا ہوا ہے۔ وہ خود نہیں تکلیم کرتا مگر لوگ
اس سے متکلم ہوتے ہیں۔ خارجیوں نے کہا فرمایئے آپ نے میعاد کیوں مقرر فرمائی
تھی۔ جناب امیر نے فرمایا۔ اس لئے کہ اس میعاد میں ہماری حقیقت سے ناواقف
شخص بھی واقف ہو جائے۔ اور واقف کو زیادہ تر ثبوت مل جائے۔ نیز یہ بھی
خیال تھا کہ شاید خدا تعالے اس مدت کے درمیان اس امت میں اتفاق
کی صورت [illegible] اور گمراہوں کو راہ راست [illegible] خوارج [illegible]
بتایئے کہ جس روز حکم نامہ تحریر ہوا تھا۔ اور کاتب نے یہ تحریر کیا تھا۔ کہ یہ وہ بات
ہے۔ جس پر امیر المومنین اور معاویہ رضامند ہوئے ہیں۔ عمرو بن العاص کے
انکار پر آپ نے مومنین کی امامت سے اپنا نام کیوں محو کیا تھا۔ پس جبکہ آپ امیر المومنین
نہ ٹھہرے اور ہم تمام لوگ مومن ہیں۔ پس آپ ہمارے امیر نہ ہوئے۔ حضرت علی نے
جواب دیا۔ تمکو معلوم ہوگا کہ حدیبیہ کے روز آنحضرت نے اپنا نام رسالت سے محو کیا تھا
اس محو کرنے سے آنحضرت کی رسالت جاتی رہی تھی۔ اس فعل میں میں نے آنحضرت کی
ایک سنت کا اقتدا کیا ہے۔ اب بتاؤ۔ کہ تمہاری کوئی حجت باقی رہ گئی ہے تمام

لوگ خاموش ہو گئے۔ حضرت علی نے فرمایا۔ اب اٹھو اور اپنے شہر میں چلو۔ کہنے لگے ہم شہر میں نہ چلینگے۔ مگر حکومت کی میعاد منقضی ہونے تک ہم اس مقام پر فروکش رہینگے۔ حضرت علی واپس تشریف لے آئے۔ لیکن وہ لوگ بالکل اپنے قول میں کاذب تھے۔ جب منصفوں نے فیصلہ دیدیا۔ اور ہانی ابن شریح ابن عباس کی مجلس میں حضرت کی خدمت میں شرفیاب ہوگئے۔ اور فیصلہ سے آپ کو اطلاع دی آپ نے کھڑے ہوکر لوگوں کو خطبہ سنایا۔ کہ معصیت کا و رشد حسرت اور نافرمانیکا نتیجہ ندامت ہے۔ میں نے تم کو ان دونوں حکموں کی حکومت سے پیشتر ہی مطلع کر دیا تھا۔ لیکن تم نے میرا کہنا نہ مانا۔ اور میری رائے کو چھوڑ دیا۔ ان دونوں منصفوں نے کتاب اللہ کو پس پشت ڈالکر فیصلہ دیا ہے۔ اور کلام الٰہی کے مطابق فیصلہ نہیں کیا ہے۔ باوجود یکہ اسکے اپنے فیصلہ میں اندرونی اختلاف ہے اور وہ دونوں راہ راست سے محروم رہے ہیں۔ پس تم شام کے سفر کا تہیہ کرو اور پیر کے روز لشکر یہاں سے کوچ کر جائیگا۔ اسکے بعد آپنے خوارج کے سرگروہ زید ابن حصین اور عبد اللہ بن وہب الراسبی اور عبد اللہ ابن الکوے کو خط لکھا۔ کہ ان دونوں منصفوں نے قرآن پاک کے مخالف فیصلہ دیا ہے۔ اور آنحضرت کی سنت جامع پر عمل نہیں کیا اس لئے تم میرے پاس چلے آؤ۔ کیونکہ شام کی طرف جانے والے ہیں اور ہم اس سابقہ امر پر ثابت قدم ہیں جسپر کہ ہم پیشتر تھے۔ خارجیوں کے جواب میں تحریر کیا آپ نے اپنے خدا کا غضب تو نہیں کیا۔ بلکہ اپنی ذات کا نقصان کیا ہے۔ معاذ اللہ آپ نے اپنی جان کو کہ میں ڈال دیا ہے۔ اگر آپ توبہ کریں۔ اور توبہ نامہ ہمارے پاس بھیجدیں۔ تو ہم غور کرینگے۔ کہ آپ کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے۔ حضرت علی یہ خطبہ پڑھکر ان کی طرف سے بالکل مایوس ہوگئے۔ اور لوگوں کو ارشاد فرمایا کہ اس کا پیچھا چھوڑکر شام والوں سے جنگ کرنا چاہیئے۔ ہم نے اہل بصرہ کے لوگونکو لکھ بھیجا ہے آپ کے بھائی سب چلنے پر تیار ہیں۔ امید ہے کہ وہ بھی آجائینگے۔ انہیں دنوں میں ابن عباس کا جو حضرت علی کی طرف سے بصرے کے عامل تھے خط پہنچ گیا۔ کہ ہم شہر سے نکلکر نخیلہ کے پاس پہنچ گئے ہیں۔ اسی اثنا میں جناب علی کو معلوم ہوا۔ کہ خوارج نے آنحضرت کے صحابی عبد اللہ بن

جناب بن الارت کو شہید کر دیا ہے۔ اور انکی بی بی حمل سے تھیں۔ اسکا پیٹ چاک کر ڈالا ہے۔ اور ام انسان صحابیہ کو بھی مار ڈالا ہے۔ آپ نے حارث بن مرة العبدی کو اس خبر کی صحت کے واسطے خوارج کے پاس بھیجا لیکن ان بدنصیبوں نے آپ کو بھی تہ تیغ کر دیا۔ اس خبر کو سنکر تمام اہل لشکر نے عرض کیا۔ یا علی آپ انکو کیوں چھوڑے جاتے ہیں یہ فرصت پاکر ہمارے اہل و عیال بال بچوں کو قتل کر دینگے۔ ہم انسے فراغت حاصل کر کے شامیوں کیطرف روانہ ہونگے۔ اکثر خیال کیا جاتا ہے۔ کہ اشعث بن قیس خارجیوں کی طرفداری کریگا۔ مگر اسنے بھی کھڑے ہو کر کہا کہ اول خوارج سے لڑنا ضروری ہے۔ حضرت امیر کوچ کر کے خوارج کے قریب جا پہنچے۔ اور انکو کہلا بھیجا۔ کہ اگر تم ہمارے بھائیوں کے قاتلوں کو دیدو۔ تاکہ ہم قتل کر ڈالیں۔ تو ہم تمہیں قتل نہیں کرینگے۔ خوارج نے جوابدیا۔ کہ ہم سب نے متفق ہو کر انکو قتل کیا ہے۔ اور ہم تمہارے خون کو حلال جانتے ہیں۔

حضرت امیر کے لشکر سے قیس ابن سعد بن عبادہ باہر نکلکر کہنے لگے۔ اے بندگان خدا ہمارے بھائیوں کے قاتلوں کو ہمیں دیدو۔ عبداللہ ابن سخبرة السلمی نے جوابدیا ہم پر حق ظاہر ہو گیا ہے۔ ہم تمہارا اتباع ہرگز نہیں کرینگے۔ پھر جناب علی خود بذات لشکر سے باہر تشریف لیگئے۔ اور خوارج کو خطاب کر کے فرمایا۔ اے گنہگاروں نے گروہ شیطان نے تمکو ناحق کے فتنہ اٹھانے پر برانگیختہ کیا ہے۔ تم نے ندامت کی آڑ پکڑی ہے۔ تم نے خود مجھسے اسکی خواہش کی تھی۔ میں تو اسکو برا جانتا تھا کیا میں نے تم کو نہیں کہا تھا۔ کہ شامی تم سے فریب کھیل رہے ہیں۔ مگر تم نے مخالفوں کی طرح میرا کہنا نہ مانا۔ اور اب مجھکو تم ملزم ٹھہراتے ہو۔ باوجودیکہ اسوقت شامیوں کا کام تمام ہو چکا تھا۔ مگر تم نے خود ڈھیل ڈالدی۔ اب تم بیان کرو کہ کیوں تم ہمارے ساتھ لڑنے کو حلال سمجھتے ہو۔ اور مسلمانوں کے گلے کاٹتے ہو۔ یہ سنکر خوارج چلانے لگے کہ ہرگز کوئی جواب نہ دے۔ اور لڑائی پر آمادہ ہو جائیے۔ اور پکار کر کہنے لگے۔ جنت کے سوا اور کوئی آرام کا مقام نہیں حضرت اپنے لشکر میں واپس تشریف لائے۔ اور صف آرائی کا حکم دیا۔ میمنہ پر حجر ابن عدی اور میسرہ شبیب ابن ربعی کو مقرر کیا۔ سواروں کی سپہ سالاری ابو ایوب انصاری کے سپرد فرمائی۔ اور پیادوں کی افسری ابو قتادہ انصاری کو تفویض کی اور مقدمۃ الجیش

قیس ابن سعد بن عبادہ کو سپرد کیا۔ اور بخود بدولت قلب لشکر میں جاگزیں ہوئے
خوارج کے میمنہ پر زید ابن قیس الطائی اور میسرہ شریح ابن العوفی العیسی اور
سواروں پر حمزہ بن سنان الاسدی اور پیادوں پر حرقوص بن زہیر السعدی کو
مقرر کیا۔ ادھر حضرت علی نے امان کا علم حضرت ابوایوب الانصاری کے تفویض
فرمایا اُنھوں نے باآواز بلند پکار کر منادی کردی۔ کہ جو شخص اس علم کے نیچے آجائیگا
اور اس نے کسی کو قتل نہ کیا ہوگا۔ اور کسی مسلمان کو اذیت نہ پہنچائی ہوگی۔
اسکو قتل سے امان ملیگا۔ یا جو شخص کوفہ کو چلا جائے۔ یا مدائن کو لوٹ جائے
اسکو بھی امان ہے۔ اے گروہ خوارج اگر اسوقت بھی ہمارے بھائیوں کے قاتل ہم کو
دیدو۔ تو ہمیں تمہارے ساتھ جنگ کرنے کی ضرورت نہیں اس منادی کو سنکر فروہ
بن نوفل الاشجعی پانسو سوار لیکر حضرت علی کے لشکر میں آملا۔ اور ایک گروہ انمیں سے
کوفہ کو اور ایک مدائن کو چلا گیا۔ تقریباً بارہ ہزار کے قریب انکی جماعت تھی۔ مگر
ان میں سے چار ہزار باقی رہ گئے۔ اور حضرت علی ہے کے ساتھ محاربہ کرنے کو دوڑے
آپ نے اپنے لشکر سے ارشاد کیا۔ جب تک کہ وہ تم لوگوں پر حملہ آور نہ ہوں
تب تک تم انکو کچھ نہ کہو۔ اسی اثناء میں خوارج الراح الراح فی الجنہ پکار
حملہ آور ہوئے۔ حضرت علی نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کردیا۔ اور خوارج
کو بیچ میں لے لیا۔ میمنہ اور میسرہ کی فوجیں دونوں طرف سے انپر ٹوٹ پڑیں اور
تیر انداز انکے مواجہ میں استادہ ہوگئے۔ اور پیادے تلواروں اور تیروں سے
انپر ٹوٹ پڑے۔ ایک آن کی آن میں سب کا صفایا ہوگیا۔ سات آدمیوں
کے سوا تمام خارجی مقتول ہوگئے۔ ان میں سے دو آدمی تو خراسان کیطرف بھاگ نکلے
چنانچہ اب تک اس ملک میں انکی نسل باقی ہے۔ اور دو نفر یمن کی جانب فرار کر گئے
وہاں بھی انکی نسل موجود ہے۔ جو اباضیہ کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ انکی مورث اعلےٰ
کا نام عبداللہ ابن اباض تھا۔ اور دو آدمی مل مودن کی طرف چلے گئے۔ حضرت
علی کے لشکر میں صرف سات آدمی شہید ہوئے منقول ہے۔ کہ حضرت علی نے اس
جنگ سے پیشتر فرمایا تھا۔ کہ ہمارے دس سے زیادہ آدمی شہید نہیں ہونگے اور
انکے دس سے زیادہ نہیں بچینگے؛

اہل حدیث وسیر کی ایک جماعت ناقل ہے کہ حضرت علی خوارج سے خروج سے پہلے اپنے لشکر سے فرمایا کرتے تھے کہ عنقریب ایک جماعت خروج کرنے والی ہے جو دین سے اس طرح بھاگیگی جیسے کڑی کمان سے تیر۔ ان کی علامت یہ ہے کہ ان میں ایک ہتھا آدمی ہوگا۔ یعنے مخدج جب حضرت علی کو خوارج کے جنگ سے فراغت ملی تو آپ نے اصحاب سے ارشاد کیا اب تم لوگ اسمیں اس مخدج کو تلاش کرو اگر وہ اس میں موجود ہے تو ہم نے ایک بڑے شریر گروہ کو قتل کیا ہے کیونکہ حضرت نے اس گروہ کی یہی نشانی مجھ سے بیان فرمائی تھی چنانچہ بعض لوگ حضرت علی کے ارشاد کے مطابق تلاش کرنے کو گئے لیکن بے نیل مرام واپس آکر کہنے لگے کہ وہ شخص ان میں نہیں ہے حضرت علی نے فرمایا واللہ ماکذبت ولاکذبت نہ میں نے جھوٹ کہا ہے اور نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا ہے اتنے میں ایک شخص نے آکر بشارت دی کہ ہم نے اس کو ایک گھڑے میں ڈھونڈ نکالا ہے بعض روایت کا بیان ہے کہ خود حضرت علی تلاش کرنے کے لئے تشریف لے گئے اور ایک گڑھے میں سے اسے اونڈھا گرا ہوا نکالا اس پر پچاس لاشیں گری ہوئی تھیں جب سب لوگوں نے اسے دیکھا تو سجدۂ شکر بجالائے اسکا ایک بازو مثل بکری کے تھن کے تھا جو ربڑ کی طرح کھینچنے سے لمبا ہوجاتا تھا۔ اس فتح کے بعد عبدالرحمٰن ابن ملجم المرادی اور برک ابن عبداللہ تمیمی اور عمرو بکیر التمیمی تین آدمی خوارج سے بچے ہوئے مکہ معظمہ میں پہنچے اور باہم عہد کیا کہ علی اور معاویہ اور عمرو بن العاص ان تینوں شخصوں نے اسلام میں فتنہ برپا کر رکھا ان تینوں کو قتل کرنا نہایت ثواب ہے۔ ابن ملجم کہنے لگا میں حضرت علی کے قتل کا ذمہ لیتا ہوں برک نے کہا میں معاویہ کے مارنیکا عہد کرتا ہوں اور بکر نے عمرو بن العاص کے ہلاک کرنیکا بیڑا اٹھایا اور باہم یہ قرارداد ہوا کہ یہ امر ایک ہی شب میں رمضان کے مہینے کے درمیان واقع ہو سنہ ہجری میں حضرت علی جب صبح کو بیدار ہوئے تو رمضان کی سترھویں تاریخ تھی ابن النباح موذن نے اگر الصلوٰۃ الصلوٰۃ کی آواز بلند کی جناب امیر دروازہ سے ایہاالناس الصلوٰۃ الصلوٰۃ پکارتے برآمد ہوئے کہ ابن ملجم نے حضرت کے سراقدس پر تلوار ماری کہ دماغ تک

بیٹھ گئی لوگوں نے دوڑ کر اسکو پکڑ لیا حضرت ہفتہ کے روز تک زندہ رہے اور
اتوار کے روز رحلت فرما گئے اسکی تفصیل اسطرح پر ہے کہ ابن ملجم نے کوفہ میں پہنچکر ہزار
درہم کو ایک تلوار مول لی اور اسکو زہر کا بجھاؤ دیا اس اثنا میں حضرت علی کی خدمت
میں آیا جایا کرتا تھا ناگاہ اس کی نگاہ قطامہ پر جا پڑی جو نہایت حسینہ تھی اور
خارجیوں کی رائے دیکھ رہی تھی۔ حضرت علی نے جنگ نہروان میں اسکے باپ
اور بھائیوں کو قتل کیا ہوا تھا ابن ملجم نے اس سے اپنے نکاح کی درخواست کی
اسنے جواب دیا کہ میرا مہر میں تین ہزار درہم اور جناب علی کا قتل ہے۔ ابن ملجم کہنے
لگا واللہ میں تو اسی غرض کے لئے کوفہ میں آیا ہوں وہ کہنے لگی اگر تو نے حضرت
علی کو شہید کیا اور نجات پا گیا تو میں ضرور تیری بیوی بن جاؤنگی اور اگر تو مارا
گیا تو پس جو کچھ خدا کے پاس تجھے ثواب ملیگا وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے ابن ملجم
کہنے لگا تجھے چاہئے کہ تو اپنے عہد کو پورا کرے قطامہ نے کہا کہ میں تجھے ایسے شخص
کو ملاتی ہوں جو اس کام میں تیرا معین ہوگا اسنے اپنے چچازاد بھائی کو بلا بھیجا
وہ اسکے پاس آیا اسکے بعد ابن ملجم شبیب بن بجیرۃ الاشجعی سے ملا اور کہنے لگا اے
شبیب کیا تجھے دنیا و دنیا و آخرت کے شرف حاصل کرنیکا ارادہ ہے شبیب نے
پوچھا وہ کیا ہے ابن ملجم نے کہا وہ حضرت علی کا قتل ہے شبیب نے کہا ارے تیری
ماں کے نیچے مریں تو نے تو یہ ایک عجیب بات سنائی ہے۔ ہم کیونکر ایسے بہادر
پر قابو پا سکتے ہیں ابن ملجم کہنے لگا حضرت علی کا کوئی نگہبان نہیں اور مسجد میں
وہ تنہا جاتے ہیں کوئی انکا محافظ نہیں ہوتا ہم گھات لگا کر بیٹھے رہیں جب
وہ صبح کو نماز کے لئے نکلیں تو ہم انکو شہید کر ڈالیں پھر اگر ہم بچ گئے تو بہتر اور اگر
مارے بھی گئے تو دنیا میں ذکر خیر چھوڑ مرینگے شبیب نے کہا ارے تو آنحضرت کے
داماد کو قتل کرنیکا ارادہ کرتا ہے ابن ملجم نے کہا تجھپر افسوس ہے کہ انہوں نے
خدا کے دین میں لوگوں کو منصب مقرر کیا ہے اور ہمارے دیندار بھائی عبدو
کو بے گناہ تہ تیغ کیا ہے ہم ان کو ان مقتول حافظان قرآن کے عوض قتل
کرینگے تو اپنے دین میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ کرنا شبیب نے اس بات کو مان لیا
اور دونوں ملکر قطامہ کے پاس گئے اس نے کوفہ کی مسجد اعظم میں اعتکاف کیلئے

ایک خیمہ کھڑا کیا ہوا تھا اور اس میں معتکف تھی اس نے ان دونوں کو اپنے
پاس بلالیا وہ اپنی تلواریں لیکر اس دروازے کے پاس بیٹھ گئے جہاں سے
حضرت علی مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے حضرت علی صبح کی نماز کے لئے گھر سے باہر
تشریف لائے شبیب نے بڑھکر تلوار ماری اسکا وار خالی گیا ابن ملجم ملعون نے تلوار
لگائی اور کہا الحکم اللہ لا لک ولا لاصحابک یا علی شبیب دروازے کے باہر سے
بھاگ گیا مگر حضرت علی نے فرمایا دیکھو یہ تم سے بھاگ نہ جائے لوگ چارطرف سے
دوڑ پڑے اور اسکو گرفتار کرلیا حضرت نے فرمایا اسکو قید رکھو اگر میں مرگیا تو تم
اسکو قتل کردینا اور اگر زندہ رہا تو بخش دینا اور قصاص لینا میرے اختیار میں
ہوگا لیکن میرے مرنے کے بعد اسکو مثلہ نہ کرنا اور ایک ضرب سے زیادہ نہ لگانا بعد
ازاں حضرت نے امام حسن سے وصیت فرمائی کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود
سوا خدا کے نہیں اور محمدؐ اسکے برگزیدہ رسول ہیں اس نے اپنے علم سے ان کو
رسول بنایا اور اپنی خلق کی ہدایت کے واسطے مبعوث فرمایا بعد اس کے کہا اے
حسن میں تجھکو وصیت کرتا ہوں اور تو میری وصیت ادا کرنے کے لئے کافی ہے
جب کوئی جھگڑا درپیش ہو تو تو اپنے گھر میں بیٹھے رہنا اور اپنے گناہوں سے
استغفار کرتے رہنا۔ دنیا کے حاصل کرنے میں اپنی ہمت کو مصروف نہ کرنا اے
میرے فرزند میں تجھکو وصیت کرتا ہوں کہ نماز کو اسکے وقت پر ادا کیا کر اور جب
زکوٰۃ دینے کا وقت ہو تو اسکے مستحق کو عطا کیا کر مشتبہ امر میں ساکت رہا کر خوشنودی
اور غصہ میں میانہ روی اور عدالت کو ملحوظ رکھ اور اپنے ہمسایہ کے ساتھ نیکی
کر اور مہمان کی تکریم کر اور جو لوگ محتاج ہوں اور مصیبت میں مبتلا ہوں انپر رحم کر
اور صلہ رحم بجالا اور مسکینوں سے محبت کر اور انکے پاس بیٹھا کر اور ان سے تواضع
کیا کر اس لئے کہ یہ افضل عبادات ہے۔

روایت ہے کہ جب علی کو زخم لگا اور صاحب فراش ہوگئے تو یک بار
السلام علیکم کہکر رخصت ہوگئے۔

خجندی کہتا ہے کہ حضرت علی کے جنازے پر حضرت امام حسن نے جنازہ
کی نماز پڑھی اور چار تکبیریں کہیں بعض کا قول ہے کہ سات تکبیریں پڑھی تھیں۔

علامہ سبط الجوزی کہتے ہیں کہ حضرت علی کی قبر کے متعلق لوگوں کے دو قول ہیں
ایک تو یہ ہے کہ جیسے واقدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت کوفہ کے دارالامارہ میں
دفن ہوئے اور اس مقام کو خوارج کے خوف سے چھپا دیا۔ دوسرا قول یہ ہے
کہ حضرت حسن کا ارادہ تھا کہ صندوق میں رکھکر مدینہ منورہ میں لیجائیں لیکن راستے
میں سے اونٹ گم ہوگیا اور بنی طے میں جا پڑا انہوں نے جنازہ کو لیکر دفن کر دیا۔
اسکے سوا تیسرا قول یہ ہے کہ وہ بیت اللہ کے قریب مدفون ہوئے ہیں۔ چوتھا قول
یہ ہے کہ وہ مسجد کوفہ میں دفن ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ کوفے کے میدان میں
دفن ہوئے ہیں بعض کہتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ نجف میں مدفون ہیں بعض کہتے ہیں
کہ مسجد کے پیچھے دفن ہوئے ہیں ٹھیک بات تو یہ ہے کہ حضرت امیر کے دفن کا پختہ
پتہ نہیں اور حضرت امام نے خوارج کے خوف سے کسی کو ٹھیک پتہ نہیں بتایا۔ آج کل
نجف اشرف کا مرقد اطہر تسلیم کیا جاتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

تمام محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علی سب صحابہ سے افقہ اور اعلم
تھے کوئی صحابی انکے سوا سلونی کا دعوے نہیں کر سکتا تھا علم بالقرآن میں آپ سے
زیادہ کوئی ماہر نہیں تھا تورات وانجیل و زبور میں حضرت کو پورا دخل تھا علم تفسیر
میں تو عبداللہ ابن عباس حضرت علی کے شاگرد تھے جو رئیس المفسرین و ترجمان القرآن
شمار کئے جاتے ہیں علم قرات میں ابو عبدالرحمٰن السلمی وغیرہ علی سے کم روایت کئے گئے ہیں
اسکا سبب صرف یہ تھا کہ بنی امیہ کے خوف سے لوگ حضرت علی کا نام زبان پر نہیں
لا سکتے تھے علم فقہ کے سلسلہ میں تمام فقہا حضرت علی کے نام لیوا ہیں۔ ہم حضرت علی
کے دو ایک فیصلے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

زر ابن حبش سے روایت ہے کہ دو آدمی کھانا کھانے کو بیٹھے ایک کے
پاس پانچ اور دوسرے پاس کے پاس تین روٹیاں تھیں اتنے میں تیسرا شخص
آیا دونوں نے اسے شرکت طعام کے لئے کہا وہ بھی انکے ساتھ کھانے کو بیٹھ گیا
وہ تینوں آٹھ روٹیاں کھا گئے وہ تیسرا آدمی اٹھ کھڑا ہوا اور ان دونوں کو آٹھ درہم
دیکر کہنے لگا باہم تقسیم کر لو یہ تمہارے کھانا کھانے کا عوض ہے وہ دونوں باہم
تنازع کرتے لگے پانچ روٹیوں والا کہنے لگا پانچ درہم مجھے ملنے چاہئیے میں تین درہم

تو لیلے کیونکہ میری روٹیاں پانچ تھیں اور تیری تین مگر تین روٹیوں والے کو طمع دامنگیر ہوئی وہ کہنے لگا درہم تو نصفا نصفی ہونے چاہیئے میں تین درہم ہرگز نہیں لونگا چار مجھے دے اور چار آپ رکھ لے دونوں فیصلے کے واسطے حضرت علی کی خدمت میں آئے حضرت علی نے تین روٹیوں والے کو کہا کہ جو کچھ تیرا دوست تجھے دیتا ہے لیلے وہ کہنے لگا میں تو اپنا حق پورا لونگا حضرت علی نے فرمایا اگر پورا حق مانگتا ہے تو ایک درہم سے زیادہ نہیں ملسکتا اس نے کہا اے امیر مجھے اسکی وجہ بیان فرمائیے تا کہ میں قبول کروں کہ میرا حق ایک ہی درہم ہے۔ آپنے فرمایا آٹھ روٹیوں کی چوبیس تہائیاں ہوئیں اور تم تین آدمی کھانے والے تھے یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ تم میں سے کون زیادہ کھانے والا تھا اور کون کم اس لئے احتمال کیا جاتا ہے کہ تم تینوں نے برابر کھایا ہوگا پس تو نے آٹھ تہائیاں کھائیں اور تیری تین روٹیاں تین کی نو تہائیاں ہوئیں اور تیرے دوست کی پانچ روٹیاں تھیں جن کی پندرہ تہائیاں ہوئیں اس نے آٹھ تہائیاں خود کھائیں اور سات تہائیاں اپنے تیسرے دوست کو کھلائیں اس واسطے وہ سات درہم کا حقدار ہے اور تو ایک درہم کا مالک ہے۔

حضرت علی ایک روز کوفہ کی مسجد میں منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک عورت نے اٹھکر عرض کیا یا امیر المومنین میری دختر کا شوہر انتقال کر گیا ہے اور میری بیٹی کا ترکہ شوہری میں آٹھواں حصہ ہے لیکن اس کے دیگر وارث اسکو نواں حصہ دیتے ہیں میں آپ سے انصاف کی خواہاں ہو حضرت نے فرمایا کیا تیرا داماد دو بیٹیاں چھوڑ مرا ہے اس نے کہا بجا ہے آپنے فرمایا اسکے ماں باپ زندہ ہیں اس نے تسلیم کیا آپنے فرمایا تیری لڑکی کا آٹھواں حصہ اب نواں حصہ ہو گیا ہے تو اس سے زیادہ نہ طلب کر کیونکہ شرع میں اسی طرح سے ہے۔

ایک عورت حضرت علی کے پاس آئی اسوقت حضرت اپنے محل سرا سے نکل کر سوار ہو رہے تھے ایک پاؤں رکاب میں رکھا تھا کہ وہ عورت بولی یا امیر المومنین میرا بھائی چھ سو دینار چھوڑ مرا ہے مگر قاضی شریح مجھکو اسکے ترکہ سے ایک دینار دلاتا ہے میں آپ سے حق اور انصاف کی خواہاں ہوں حضرت نے

نے الفور جواب دیا کہ تیرے بھائی کی دو بیٹیاں رہ گئی ہونگی اسنے کہا بجا ہے آپنے فرمایا اگر دو ثلث یعنی چار سو دینار تو انکے لئے ہوئے اور فرمایا تیرے بھائی کی ماں بھی ہوگی جس کو سدس یعنے سو دینار پہنچے اور زوجہ بھی ہوگی پس زوجہ کو ثمن یعنے پچھتر دینار ملے پھر حضرت نے پوچھا کیا تیرے بارہ بھائی ہیں عورت نے تسلیم کیا حضرت نے فرمایا کہ دو دو دینار بھائیوں کو ملے ایک دینار تیرا حق ہے پس تیرا حق یہی ہے جالوٹ جا۔ یہ مسئلہ دینار یہ مشہور ہے بعض ہمارے معاصر علماء نے اس مسئلہ کو ماموں کی طرف منسوب کیا ہے اور تاریخ الخلفا کا حوالہ دیا ہے لیکن محمد ابن طلحہ شافی نے مطالب السول میں اور کفایۃ الطالب میں علامہ محمد ابن یوسف الکنجی اور تذکرہ خواص الامۃ میں علامہ یوسف سبط ابن الجوزی نے اس مسئلہ کو حضرت علی کے فیصلوں میں درج کیا ہے اور یہ لوگ جلال الدین سیوطی سے مقدم اور مستند ہیں۔

علم اصول الدین جسکو علماء علم کلام بھی کہتے ہیں تمام فرقے اسکا استناد حضرت علی کی طرف کرتے ہیں پہلا فرقہ جسنے اس علم میں شہرت حاصل کی ہے معتزلہ کا ہے اس کا بانی واصل ابن عطا ہے جسنے ابو ہاشم سے تعلیم پائی ہے اور ابو ہاشم نے عبد اللہ سے اور عبد اللہ نے محمد ابن حنیفہ سے اور محمد ابن حنیفہ نے حضرت علی سے اس علم کو سیکھا ہے دوسرا فرقہ اشعریہ کا ہے امام ابو الحسن اشعری نے ابو علی جبائی سے اس علم کا درس حاصل کیا ہے وہ معتزلہ کے مشائخ میں سے تھا۔ تیسرا فرقہ زیدیہ کا جو امامیہ کی شاخ امامیہ کا انتساب حضرت علی کی طرف ظاہر ہے چوتھا گروہ متکلمین کا خوارج ہے جو حضرت علی سے فیضان حاصل کرکے بعد میں دشمن ہوگیا تھا۔ علم تصوف میں سید الطائفہ جنید بغدادی کا قول ہے کہ ہمارے امام تصوف میں حضرت علی مرتضےٰ ہیں علم نحو کو ابو الاسود الدئلی نے حضرت علی کے ارشاد سے تدوین کیا ہے۔

علم فصاحت میں عبد الحمید یحییٰ کا قول ہے کہ مجھے جس قدر فصاحت حاصل ہوئی وہ حضرت علی کے خطبات کے حفظ کرنے سے ہوئی ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ حفظت سبعین خطبۃ من خطب الاصلع۔

علم الشعر میں شعبی کا قول ہے کہ حضرت علی خلفائے اربعہ میں سے اشعر الناس تھے

خوشنویسی میں یہ مسلم امر ہے کہ حضرت علی سب صحابہ سے زیادہ خطاطی میں مداخلت رکھتے تھے غرضکہ دنیا میں کوئی سا علم اور کوئی سی فضیلت ہے تو حضرت علی سب علوم اور تمام فضائل میں کل سرسبد تھے۔ علم ہیئت میں یونس بن عبدالرحمٰن کا قول ہے کہ حضرت علی سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔

زہد میں آپکا یہ حال تھا نہایت موٹے کپڑے پہنا کرتے تھے وہ بھی کبھی دھلے اور کبھی بن دھلے بازار سے آپ خود سودا لاتے تھے اپنے گھر کے لئے جو چیز لانی ہوتی تھی جو اٹھا لاتے کسی کو تکلیف نہ دیتے خشک روٹی کھاتے چٹائی پر بیٹھتے باوجودیکہ آپ تمام عراق و عرب اور فارس کے بادشاہ تھے لیکن ٹوٹی ہوئی چٹائی کے سوا آپ نہیں سوتے تھے وہی آپکی مسند تھی وہی آپکا فرش تھا۔ سوید ابن غفلہ کہتا ہے کہ ایک روز میں نے عرض کیا یا امیرالمومنین آپ بادشاہ وقت ہیں آپکی خدمت میں قیصر کے سفیر آتے رہتے ہیں آپ اس ٹوٹے ہوئے بوریئے کو بدل ڈالئے۔ آپ فرمانے لگے اے سوید ہمارا یہ گھر نہیں ہم عارضی طور پر یہاں رہتے ہیں ہمارا گھر آخرت ہے ہم نے اپنا اسباب و مال بھیج دیا ہے۔

حضرت علی کی بیبیوں کی نسبت سات پر تو اتفاق ہے اور دو کی نسبت راویوں کا اختلاف ہے۔

(۱) حضرت فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب علی نے انکے ہوتے ہوئے دوسری شادی نہیں کی۔

(۲) ام البنین بنت حرام بن خالد۔

(۳) اسما بنت عمیس الخثعمیہ انکا نکاح پہلے جعفر طیار سے جو حضرت علی کے حقیقی بھائی تھے ہوا تھا انکی شہادت پر حضرت ابوبکر کے نکاح میں رہیں بعد میں حضرت علی کے نکاح میں آئیں تینوں سے اولاد ہوئی عبداللہ بن جعفر۔ یحییٰ ابن ابی بکر۔ عون ابن علی۔

(۴) امامہ بنت ابی العاص بن الربیع العبشمیہ ابوالعاص بی بی امامہ کے والد حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بھانجے اور بی بی زینب بنت رسول اللہ کے شوہر تھے اس حساب سے یہ آنحضرت کی نواسی تھیں ان سے حضرت علی نے بحکم فاطمہ جنت نکاح کیا تھا۔

(۵) محیاۃ بنت امرء القیس الکلابیہ۔

(۶) ام سعید بنت عروہ بن مسعود الثقفیہ۔

(۷) معلے بنت مسعود بن خالد التیمیہ۔
باقی دو کی نسبت اختلاف ہے کہ حضرت علی نے انسے نکاح کیا تھا یا مملوکہ تھیں۔
(۸) خولہ بنت جعفر۔
(۹) ام حبیب الصہبا بنت ربیعہ الثعلبیہ۔

حضرت علی کی اولاد

حضرت علی کی اولاد کی نسبت بھی اختلاف ہے۔
(۱) حضرت امام حسنؓ (۲) حضرت امام حسینؓ (۳) محسن انکا نہایت صغیر سنی میں انتقال ہوگیا۔
(۴) زینب (۵) ام کلثوم یہ حضرت سیدہ کے بطن مبارک سے ہوئے (۶) محمد اکبر ابو القاسم محمد ابن الحنفیہ خولہ بنت جعفر کے بطن سے (۷) محمد الدوسط امامہ بنت ابو العاص سے (۸) محمد الاصغر جن کی نسبت ابو بکر لیلے بنت مسعود سے (۹) عمر۔ (۱۰) رقیہ ام حبیب بنت ربیعہ سے (۱۱) جعفر (۱۲) عمر (۱۳) عباس (۱۴) عبداللہ ام البنین سے (۱۵) یحیٰے (۱۶) عون۔ اسماء بنت عمیس بعض کے نزدیک انکے سوا چند اور بھی بیٹیاں تھیں۔
حضرت علی کا سن مبارک مشہور قول کے مطابق تریسٹھ برس کا تھا۔
آپ نے چار سال نو ماہ خلافت کی۔
حضرت نے اپنے بعد چھ سو یا سات سو درہم ترکہ چھوڑا۔
حضرت کا حاجب اولاً بشیر تھا بعد ازاں قنبر۔
حضرت علی کی کتابت کے عہدہ دار عبداللہ ابن ابی رافع تھے۔
آپ کی انگوٹھی پر الملک الواحد القہار کندہ تھا۔ بعض کے نزدیک حسبی اللہ وکفی لکھا ہوا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ نعم القادر اللہ لکھا ہوا تھا۔

۲۰۶ء

تازہ بدن انسان میں
اپنے بدن کو وزن کرو
طاقت آگئی اور
چہرہ کی سرخی اور بدن
قائم رہتی ہے

جیون بوٹی کا استعمال معدہ اور دماغ
کو کمزور ہونے خون کو بگڑنے او پیدا ہونے